طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ

عِلم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے

نونہالانِ جماعت کے لئے

دِینیات

کی

پہلی کِتاب

مؤلف : عبد الرحمٰن مبشر مولوی فاضل

الناشر : نظارت نشر و اشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان پنجاب

نام کتاب	:	دینیات کی پہلی کتاب اردو
مصنف	:	عبدالرحمٰن مبشر
حالیہ اشاعت	:	نومبر 2011
تعداد	:	1000
مطبع	:	فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان
ناشر	:	نظارت نشر واشاعت صدرانجمن احمدیہ قادیان گورداسپور (پنجاب) بھارت 143516

ISBN: 978-81-7912-336-2

پیش لفظ

دینیات کی پہلی کتاب

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشر نے نونہالان جماعت کے لئے ابتدائی دینی معلومات پر مشتمل ایک کتاب نہایت آسان اور سلیس اردو زبان میں تیار کی۔ کتاب ھذا میں بچوں کے لئے مذہب اسلام کی تعریف اس کے معنے اور مذہب کا خلاصہ ، ایمانیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات آپؐ کی سوانح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح اور اخلاق حسنہ ،قومی شعار ، آداب مجالس، علم تعلیم ،اور استاد کے آداب بیان کئے ہیں۔ نماز کا لفظی ترجمہ بھی دیا ہے۔اسی طرح مشکل الفاظ کے معانی اور بعض نظمیں شامل کی گئی ہیں۔ بچوں کے لئے نہایت مفید علمی کتاب ہے۔

کتاب ھذا کو ضرورت کے پیش نظر متعدد بار شائع کیا گیا ہے۔ اب نظارت نشر واشاعت قادیان پہلی بار کمپوزڈ ایڈیشن شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے مبارک کرے اور نافع الناس بنائے۔

ناظر نشر واشاعت قادیان

فہرست مضامین

اِس کتاب کی ضرورت اور اہمیّت کا اندازہ ذیل کی فہرست سے لگایا جا سکتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

پہلا باب

(۱)

ہم کون ہیں؟

پیارے بچّو! جانتے ہو ہم کون ہیں؟ ہم احمدی مسلمان ہیں۔

ہمارا مذہب دینِ اسلام ہے۔ اس لئے ہم مُسلمان کہلاتے ہیں۔

ہمارے نبی جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ اِس لئے ہم آپ کی اُمّت کہلاتے ہیں۔

ہمارے مسیح اور مہدی جن کے ذریعہ ہم اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہیں۔ اِس لئے ہم احمدی کہلاتے ہیں۔

ہمارے موجودہ اِمام اور خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہُ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ہم سب نے آپ کے ہاتھ پر بَیعت کی ہے۔ اس لئے ہم مُبایعین کہلاتے ہیں۔

ہم احمدی لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو تمام دُنیا پر غالِب کریں۔ اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ ہم خود دین کی تعلیم حاصِل کریں۔ اچّھی عادات اور عُمدہ اخلاق اختیار کریں۔ جو اچّھی باتیں دِین کی ہمیں معلوم ہو جائیں۔ ہم پہلے خود اُن پر عمل کریں۔ اور پھر دُوسروں کو سِکھائیں تاکہ ہماری اچھی عادات اور اچھے اخلاق دیکھ کر دُوسرے لوگ بھی جماعتِ احمدیہ میں شامل

ہوں اور اپنے بچّوں کو ہمارے مدرسوں، اسکولوں اور کالجوں میں داخل کرائیں۔

عزیز بچّو! اگر ہم اچھے اور نیک بن جائیں تو اس میں ہمیں دو فائدے ہیں اوّل ہمارا پیدا کرنے والا خدا ہم پر خوش ہوگا۔ جس کے بدلے میں وہ ہمیں ایسی ایسی نعمتیں دے گا جنہیں پا کر ہم ہمیشہ کے لئے سُکھی اور خوش ہو جائیں گے۔

دُوسرا فائِدہ یہ ہے کہ باقی لوگ ہمیں نیک پا کر نیک بننے کی کوشش کریں گے۔ اِس طرح دُنیا میں نیک اور اچھے لوگ کثرت سے ہو جائیں گے۔ جو لوگ ہمیں دیکھ کر نیک بن جائیں گے اُن کا بھی اچھا بدلہ ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے گا۔

مُشکِل الفاظ کے معانی:۔

(۱) **مذہب**۔ وہ روش اور راستہ جس پر چل کر انسان خُدا کا قُرب حاصِل کرے۔

(۲) **حضرت**۔ نزدیکی۔ حضور میں پہنچا ہوا۔ بزرگ لوگوں کے ساتھ ان کی تعظیم کے لئے یہ کلمہ بولتے ہیں۔

(۳) **مُصطفٰی**۔ خُدا نے جسے تمام لوگوں سے اچھا پا کر چُن لیا ہو۔

(۴) **صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ**۔ اس پر اللہ کی طرف سے رحمت اور سلامتی ہو۔

(۵) **اُمّت**۔ ایک ہی طریقے کے لوگ۔ ایک گروہ جو کسی نبی کا پیرو ہو۔

(٦) **مسیحؑ**۔ سیر و سیاحت کرنے والا۔ یا جسے خُدا کی رحمت نے چُھوا ہو۔ مسیح مَوعُود وہ مسیحؑ جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔

(۷) **مہدی**۔ لقب ہے۔ ہدایت یافتہ۔ خدا نے سچّی باتوں کے لئے جس کی رہ نُمائی کی ہو۔

(۸) **مہدی معہود**۔ وہ مہدی جس کے بھیجنے کا وعدہ اُمّتِ محمدؐیہ میں دیا گیا تھا۔

(۹) **عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ**۔ اس پر رحمت اور سلامتی ہو۔

(۱۰) **اِمام**۔ پیشوا۔ جو آگے آگے چلے۔ الف کی زیر سے ہے۔

(۱۱) **خَلِیفہ۔ جانشین**۔ جو کسی دُوسرے کا قائم مقام ہو کر اُس جیسے کام کرے۔

(۱۲) **خَلِیفۃُ المسیح الخامس**۔ حضرت مسیحؑ موعود علیہ السّلام کے پانچویں خَلِیفہ۔

(۱۳) **اَلمُصلِحُ المَوعُود**۔ وہ اصلاح کرنے والا جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔

(۱۴) **بَیعت**۔ لفظی ترجمہ اپنے آپ کو بیچ دینا۔ اسلامی اِصطلاح میں کسی اِمام وپیشوا کی فرمانبرداری اختیار کرنا۔

(۱۵) **مُبایِعین**۔ جس شخص نے امام کی بیعت کی ہو۔ وہ مُبایع کہلاتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو مُبایعین کہتے ہیں۔

غیر مُبایعین۔ جنہوں نے خلیفۂ وقت کی بَیعت نہ کی ہو۔

(۱۶) **عادات**۔ عادت کی جمع ہے۔ خصلت، سبھاؤ۔ جو بات بار بار کی جائے۔

(۱۷) **اخلاق**۔ الف کی زبر سے ہے۔ خُلق کی جمع ہے۔ وہ اچّھی بات جو سمجھ سوچ کر انسان موقعہ کے مطابق کرے۔

مذہبِ اِسلام

عزیز بچّو! تُم پہلے سبق میں پڑھ چکے ہو کہ ہمارا مذہب دِینِ اِسلام ہے۔ مذہب اُس راستہ کو کہتے ہیں جو اِنسان کو خُدا تک پہنچا دے۔ اور اِسلام کے معنے فرمانبر دار ہونا۔ پس ہمارا مذہب فرمانبرداری اور اطاعت اور امن اور سلامتی سِکھانے والا مذہب ہے۔ اگر ایک اِنسان فرمانبر داری کرے جو اِسلام سِکھا تا ہے تو وہ خُدا کا پیارا ہو جا تا ہے۔

دُنیا میں جس قدر بھی لوگ پائے جاتے ہیں وہ سب اپنا اپنا مذہب رکھتے ہیں۔ کوئی عیسائی مذہب کو اچھا سمجھتا ہے۔ کوئی یہودی مذہب کو۔ کوئی ہندو مذہب کو۔ غرضیکہ ہر ایک اپنی اپنی سمجھ کے مطابق جِس مذہب کو اچّھا سمجھتا ہے اُس کی طرف اپنے آپ کو منسُوب کرتا ہے۔ ہم لوگ جِس مذہب کو مانتے ہیں وہ مذہب اِسلام ہے۔

اِسلام ایک نہایت پیارا نام ہے۔ اسکے معنے ہیں فرماں بردار ہو جانا۔ خدا کے حُکم کے آگے اپنی گردن کو رکھ دینا۔ گویا ہمارے مذہب کا خلاصہ اِسی نام میں موجُود ہے۔ خدا تعالٰی کے حُکموں کو ماننا اِسلام کہلاتا ہے۔ اور مُسلمان وہ ہے جو خُدا کے حُکموں کے آگے ہر وقت اپنی گردن جُھکائے رکھے۔

ہمارے مذہب کی بُنیاد پانچ باتوں پر ہے:۔

(۱) توحید و رسالت کا قائل ہونا جس کا خُلاصہ کلمۂ طیّبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰهِ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

(۲) پانچ وقت نماز ادا کرنا۔

(۳) رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

(۴) بَیتُ اللہ کا عمر بھر میں ایک دفعہ اگر توفیق ہو تو حج کرنا۔

(۵) اگر مال اتنا جمع ہو جائے جِس پر زکوٰۃ واجب ہو تو زکوٰۃ دینا۔

جن پانچ باتوں کا اُوپر ذکر آیا ہے انہیں ارکانِ اِسلام کہتے ہیں۔ سچّے دِل سے کلمہ پڑھے بغیر کوئی مُسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور اِسلام کے اِن پانچ ارکان میں سے اگر کوئی جان بوجھ کر کِسی ایک رُکن کو بھی چھوڑ دے تو وہ مُسلمان نہیں رہ سکتا۔

یوں تو بہت سے کلموں کا بیان کتابوں میں لِکھا ہے مگر جِس کلمہ کے جاننے اور عمل کئے بغیر کوئی شخص مُسلمان نہیں بن سکتا وہ دو کلمے ہیں۔

(۱) کلمۂ طیّبہ (۲) کلمۂ شہادت۔

(۱) کلمۂ طیّبہ یہ ہے:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے محمدؐ رسُول ہیں اللہ کے

(۲) کلمۂ شہادت یہ ہے:۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ

مَیں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اکیلا ہے وہ

لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ ہٗ

نہیں کوئی ساجھی اس کا اور مَیں گواہی دیتا ہُوں یہ کہ محمدؐ بندے ہیں اُس کے

وَ رَسُوْ لُہٗ.

اور رسُول ہیں اُس کے

مُشکِل الفاظ کا حل:۔

(۱) **منسُوب کرنا**۔ اپنے آپ کو اُس چیز کا نام دینا جسے وہ پسند کرتا ہو۔

(۲) **ارکان**۔ رُکن کی جمع ہے۔ رُکن کے معنے ہیں سُتون۔ کھمبا۔ چیز کا بڑا حِصّہ۔

(۳) **کلمہ**۔ قول۔ بات۔ شریعت میں اُن الفاظ کے مجموعہ کا نام کلمہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار ہو۔

(۴) **طیّبہ**۔ پاکیزہ۔

(۵) **شہادت**۔ گواہی دینا۔

(۶) **رسُول**۔ بھیجا ہوُا۔ رسُول اور مُرسَل کے ایک ہی معنے ہیں

سوالات:۔

(۱) اِسلام کِسے کہتے ہیں؟

(۲) مذہب کِسے کہتے ہیں؟

(۳) اِسلام کی بُنیاد کِن پانچ باتوں پر ہے؟

(۴) کلمۂ طیّبہ اور کلمۂ شہادت کیا ہے؟

نظم

اِسلام سے نہ بھاگو راہِ ہُدیٰ یہی ہے
اَے سونے والو جاگو شمسُ الضُّحیٰ یہی ہے

مُجھ کو قسم خُدا کی جِس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ خُدا یہی ہے

وہ دِلستاں نہاں ہے کِس راہ سے اُس کو دیکھیں
اِن مُشکلوں کا یارو مُشکِل کُشا یہی ہے

باطِن سِیَہ ہیں جن کے اِس دِیں سے ہیں وہ مُنکِر
پر اَے اندھیرے والو دِل کا دیا یہی ہے

دُنیا کی سب دُکانیں ہیں ہم نے دیکھی بھالیں
آخِر ہوُا یہ ثابِت دارُ الشِّفا یہی ہے

سب خُشک ہو گئے ہیں جِتنے تھے باغ پہلے
ہر طرف میں نے دیکھا بُستاں ہَرا یہی ہے

دُنیا میں اس کا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
پی لو تم اِس کو یارو آبِ بقا یہی ہے

اِسلام کی سچّائی ثابِت ہے جیسے سُورج
پر دیکھتے نہیں ہیں دُشمن بَلا یہی ہے

جب کُھل گئی سچّائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے
جو ہو مُفید لینا جو بَد ہو اُس سے بچنا
عقل و خِرَدْ یہی ہے فہم و ذکا یہی ہے
مِلتی ہے بادشاہی اِس دِیں سے آسمانی
اَے طالبانِ دولت ظِلِّ ہُما یہی ہے
سب دِیں ہے اِک فسانہ شِرکوں کا آشِیانہ
اُس کا جو ہے یگانہ چہرہ نُما یہی ہے
سَو سَو نشاں دِکھا کر لا تا ہے وہ بُلا کر
مُجھ کو جو اُس نے بھیجا بس مُدّعا یہی ہے
(دُرِّثمین)

مُشکل الفاظ کے معانی:۔

(۱) **راہِ ہُدیٰ**۔نیکی کا راستہ۔ہدایت کا راستہ۔

(۲) **شمسُ الضُّحیٰ**۔شمُس کے معنے سُورج۔ضُحٰی کے معنے چاشت کا وقت۔ایک پہر تک جب دن چڑھ آئے تو وہ شمُس الضُّحیٰ ہے۔

(۳) **دِلستاں**۔سِتدن فارسی زبان کا مصدر ہے۔اس کے معنے ہیں لینا۔سِتاں اس سے اِسم فاعل ہے۔یعنی لینے والا۔دِل سِتاں۔دِل کو موہ لینے والا۔اپنا گرویدہ بنا لینے والا۔اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

(۴) **نہاں**۔بھی فارسی لفظ ہے۔اس کے معنے ہیں پوشیدہ۔

(۵) **مُشکِل کُشا**۔مُشکِل کے معنے ہیں کٹھن، دُشوار کام، پنجابی میں ''اَوکھا کَم'' کہتے ہیں۔کُشا کے معنے ہیں کھول دینے والا۔آسان کر دینے والا۔مشکل کام حل کر دینے والا۔

(۶) **باطِن**۔اندر۔مُراد دِل۔

(۷) **دارُ الشِّفاء**۔دار کے معنے ہیں گھر۔اَلشِّفا شین کی زیر سے ہے۔اِس کے معنے ہیں۔تندرستی۔صِحت پانا۔ایسی جگہ یا ایسا گھر جہاں سے صِحت اور تندرستی ملتی ہے۔عربی میں ہسپتال کو دارُ الشِّفاء کہتے ہیں۔

(۸) **بُستاں**۔باغ

(۹) **ثانی**۔دُوسرا۔مراد مِثل اور مانِند ہے۔

(۱۰) **آبِ بقا**۔آب کے معنے پانی۔بقا کے معنے ہمیشگی۔یعنی ہمیشہ زندہ رکھنے والا پانی۔

(۱۱) **خصلت**۔عادت۔

(۱۲) **خِرَد** کے معنے ہیں عقل۔دانائی۔اچھی سمجھ۔جو اچھی سمجھ والا ہواُسے خِرَدمند اور خِرَدور کہتے ہیں۔

(۱۳) **فہم**۔سمجھ۔جو سمجھدار ہواُسے فہیم کہتے ہیں۔

(۱۴) **ذکا**۔عقل کی تیزی۔جس کی عقل تیز ہواُسے ذکی کہتے ہیں۔

(۱۵) **طالبانِ دولت**۔دولت کے تلاش کرنے والے۔

(۱۶) **ظِلِّ ہُما**۔ظِلّ کے معنے سایہ۔ہُما ایک پرندہ کا نام ہے جس کے متعلّق مشہور

ہے کہ جس شخص پر اس کا سایہ پڑ جائے وہ صاحبِ اقبال بن جاتا ہے۔

(۱۷) **فسانہ**۔ قصہ۔ کہانی۔ افسانہ کا مُخَفَّف ہے۔ قصہ۔ کہانی بیان کرنے والے کو افسانہ گو کہتے ہیں۔

(۱۸) **آشیانہ**۔ پرندے کے گھونسلے کو کہتے ہیں۔ اب اس کا اِستعمال ٹھکانا اور جگہ کے معنوں میں ہے۔

(۱۹) **یگانہ**۔ بے مثل۔ یعنی وہ دین جو خُدا دکھاتا ہے وہ دین اسلام ہے۔

(۲۰) **چہرہ نُما**۔ چہرہ دکھانے والا۔

(۲۱) **مُدّعا**۔ مقصد۔ جو بات چاہی گئی ہو۔

خُلاصہ مضمُون نظم

اِس نظم میں مذہب اِسلام کی بہت سی خُوبیاں بیان کی گئی ہیں جو یہ ہیں:۔

(۱) **مذہبِ** اسلام سیدھی راہ دِکھاتا ہے۔

(۲) باقی تمام دِین مُردہ ہو چکے ہیں۔ اب آسمان کے نیچے اگر کوئی زندہ مذہب ہے تو صرف اِسلام ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی ذات جو پوشیدہ ہے۔ اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ مگر اِسلام کی تعلیم پر عمل کرنے والا خدا تعالیٰ کو دِلی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے۔

(۴) اِس دِین کو سچّا ماننے اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے آسمانی بادشاہت مِلتی ہے۔ یعنی اِنسان خُدا کا پیارا بن جاتا ہے آسمان سے اُسے مدد مِلتی ہے۔

(۵) باقی جس قدر دین ہیں اُن کی تعلیم بگڑ چکی ہے۔ خُدا کی توحید کا پتہ نہیں

چلتا۔ شِرک ہی شِرک بھرا ہوا ہے۔ مگر مذہبِ اسلام کی تعلیم خدائے واحد کا صحیح صحیح پتہ دیتی ہے اور اُسے شِرک سے پاک ٹھہراتی ہے۔

(٦) سب سے بڑی خُوبی اسلام کی یہ ہے کہ اس کی تعلیم پر عمل کرنے والا اِنسان خُدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے اِسی لئے بھیجا ہے کہ آپ دِینِ اِسلام کی سچّائی خُدا کے تازہ کلام اور نئے نئے نشانات کے ذریعہ ثابِت کریں۔

دُوسُرا باب

ا۔ اِیمان

اِیمان کے معنے ہیں دِل سے کسی بات کو سچّا سمجھتے ہوئے زبان سے اس کا اقرار کرنا۔

جو شخص دِل سے کِسی بات کو سچّا مانے اور زبان سے اِقرار کرے اُسے مومن کہتے ہیں۔

جو شخص کسی بات کو دِل سے تو سچّا نہ مانے۔ مگر دکھاوے کے لئے زبان سے اِقرار کرے۔ وہ مُنافِق کہلاتا ہے۔ یہ سب سے بُرا ہے۔

جو شخص نہ دل سے سچّا مانے اور نہ زبان سے اِقرار کرے اُسے کافِر کہتے ہیں۔

ہماری شریعت میں اِن باتوں پر اِیمان لانے کا حُکم ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات پر اِیمان لانا

(۲) خُدا کے فرشتوں پر اِیمان لانا

(۳) خُدا کی طرف سے آئی ہوئی تمام کِتابوں کو سچّا ماننا

(۴) خُدا کے تمام نبیوں کو اور رسولوں کو سچّا سمجھنا۔

(۵) آخِرت یعنی قیامت پر یقین رکھنا۔

(۶) تقدیر پر اِیمان لانا۔ یعنی یہ یقین کرنا کہ ہر اچھی یا بُری بات خدا تعالیٰ کے عِلم اور اس کے اندازے میں ہے۔

(۷) مرنے کے بعد دوبارہ خُدا کے حُکم سے جی اُٹھنے پر اِیمان رکھنا۔

عربی زبان میں اِیمان کا بیان یوں ہے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ[۱] وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ[۲] وَ کُتُبِہٖ[۳] وَ رُسُلِہٖ[۴]

میں ایمان لایا اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر

وَ الْیَوْمِ[۵] الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ[۶] خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ

اور آخری دن پر اور اندازے پر نیکی اور بدی کے جو خدا کی طرف سے ہے اور

الْبَعْثِ[۷] بَعْدَ الْمَوْتِ ۔

جی اُٹھنے پر بعد مرنے کے۔

سوالات:۔

(۱) مومن کِسے کہتے ہیں؟

(۲) مُنافِق کون ہوتا ہے؟ اور یہ کافِر سے بھی بُرا کیوں ہے؟

(۳) جن باتوں پر اِیمان لانے کا حُکم ہے۔ وہ کون سی ہیں؟

☆☆☆☆☆

۲۔اِیمانیات کا بیان

از حضرت اقدس سیّدنا مسیح موعود علیہ السلام

(۱) اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبُود نہیں۔

(۲) اور سیّدنا حضرت محمّد مُصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُس کے رسُول اور خاتم الانبیاء ہیں۔

(۳) اور ہم اِیمان لاتے ہیں کہ ملائِک حق۔ اور حشرِ اجسا د حق۔ اور جنّت حق۔ اور جہنّم حق ہے۔

(۴) اور ہم اِیمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قُرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔

(۵) اور ہم اِیمان لاتے ہیں کہ جو شخص شریعتِ اِسلام میں سے ایک ذرّہ زیادہ کرے۔ یا ترکِ فرائض اور اِباحت کی بُنیاد ڈالے۔ وہ بے اِیمان اور اِسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ

(۶) وہ سچّے دِل سے اِس کلمہٗ طیّبہ پر اِیمان رکھیں کہ **لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ**۔ اور اِسی پر مریں۔

(۷) اور تمام نبیوں (عَلَیْہِمُ السّلام) اور تمام کِتابوں پر جن کی سچّائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اِیمان لاویں۔

(۸) اور صَوم وصلوٰۃ وزکوٰۃ وحج۔

(۹) اور اِسی طرح خدا تعالیٰ اور اس کے رسُولؐ کے مقرّر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام مَنْہیات کو مَنْہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اِسلام پر کار بند ہوں۔

(۱۰) غرض وہ تمام اُمور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اَور عملی طور پر اِجْماع تھا۔ اور وہ اُمور جو اہلِ سُنّت کی اِجْماعی رائے سے اِسلام کہلاتے ہیں اِن سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اِس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔

(ایّام الصُّلح صفحہ ۸۷) ترجمہ عربی عبارت)

مُشکِل الفاظ کے معانی:۔

(۱) **خاتم الانبیاء**۔ تمام نبیوں کی مُہر۔ یعنی جِس کی تصدیق اور پَیروی سے کوئی نبی بن جائے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ لقب ہے۔ آپ کی پَیروی اور اطاعت میں نبوّت مل سکتی ہے۔

(۲) **ملائِک**۔ مَلک کی جمع ہے۔ فرشتہ کو کہتے ہیں۔ فرشتے خدا کی پاک مخلوق ہیں جو کہ خدا کی تسبیُح وتحمِیُد کرتے اور نیکی کی تحریک کرتے ہیں۔

(۳) **حَشْرِ اَجْساد**۔ مرنے کے بعد تمام جسموں (انسانوں) کا اُٹھایا جانا۔

(۴) **جنّت** کے اصل معنے باغ کے ہیں۔ مگر شریعت کی اِصْطلاح میں وہ اچھی جگہ جس میں ہر قسم کی نِعمتیں اور آرام اور خوشی کے سامان تیار کئے گئے ہیں۔ جو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر نیک بندے کو ملتا ہے۔

(۵) **جہنّم**۔ وہ جگہ جس میں ہر قسم کے دُکھ اور تکلیف کے سامان تیار کئے گئے ہیں۔ جو مرنے کے بعد بُرے لوگوں کی جگہ ہے۔

(۶) **جلّ شانہٗ**۔اُس کی شان بلند ہے۔

(۷) **ترکِ فرائض**۔جن باتوں کا کرنا ضروری ہے اُنہیں چھوڑنا۔

(۸) **اِباحت**۔جن باتوں سے شریعت نے روکا ہے اُن کے کر لینے کو جائز سمجھ لینا یا قرار دینا۔

(۹) **برگشتہ**۔پھرا ہوا۔

(۱۰) **فرائض**۔فریضہ کی جمع ہے۔وہ کام جن کے کرنے کا حُکم ہے۔

(۱۱) **مَنْہِیات**۔وہ باتیں جن کے نہ کرنے کا حُکم ہے۔

(۱۲) **سلفِ صالح**۔اُمّت محمدؐیہ کے وہ بزرگ جو گُزر چکے ہیں۔

(۱۳) **اِجْماع**۔بہت سے نیک لوگوں کا کسی کام کو پسند کرنا یا کرتے چلے آنا۔

(۱۴) **اہلِ سُنّت**۔سُنّت سے مراد وہ فعل ہے جو کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کیا ہو۔اور بعد میں اُمّت میں رائج ہو گیا۔اور جو لوگ آپؐ کے نمونہ پر چلتے ہیں اُن کو اہلِ سُنّت کہتے ہیں۔

سوالات:۔

(۱) کون سی باتیں ہمارے اِیمانیات میں داخِل ہیں؟

(۲) اِیمان سے برگشتہ کون ہے؟

تیسرا باب

۱۔ ہمارا خُدا

خُدا کے معنے ہیں خود آ۔ یعنی ایسا وجُود جسے کسی نے پَیدا نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ سے خود بخود چلا آتا ہے۔ وہ واحِد لاشریک یعنی اکیلا ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔

اس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے۔ کیونکہ اسے ان کی ضرورت نہیں۔ وہ ساری دُنیا کا پیدا کرنے والا ہے وہ سب کا مالِک ہے۔ اور سب پر حاکم ہے۔ اس پر کوئی حاکم نہیں۔

وہ خود زندہ ہے۔ سب کو زندگی بخشتا ہے۔ وہی ساری دُنیا کی حفاظت کرتا ہے۔ اُسے نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ۔ اور وہ کبھی نہیں تھکتا۔

اُس کا ایسا جسم نہیں کہ ظاہری آنکھ اُسے دیکھ سکے۔ بلکہ دِل کی آنکھ سے اُسے دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے پیاروں پر ظاہر ہوتا ہے۔

وہ کسی ایک جگہ نہیں۔ بلکہ ہر جگہ موجود ہے۔ زمین اور آسمان سب اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ کوئی چیز یا کوئی ذرّہ بھی اُس کی بادشاہت سے باہر نہیں جاسکتا۔

اُسی نے ہمارے لئے ہماری پیدائش سے بہت پہلے سُورج۔ چاند۔ سِتارے زمین۔ ہَوا اور دریا پَیدا کئے۔ تاکہ ہم اِن چیزوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور آرام سے زندگی گُزاریں۔

وہ بولتا بھی ہے۔ سُنتا بھی ہے۔ مگر اُس کا بولنا اور اُس کا سُننا اور دیکھنا اِنسان کے

بولنے، سُننے اور دیکھنے کی طرح نہیں۔ وہ بولنے کے لئے زبان کامحتاج نہیں۔ اور سُننے کے لئے کان کامحتاج نہیں۔ اور دیکھنے کے لئے آنکھ کامحتاج نہیں۔

وہ صفائی کو بہت پسند کرتا ہے۔ اور گندگی کو ناپسند کرتا ہے۔

جو شخص دُوسروں سے لڑے۔ اُنہیں گالیاں نکالے۔ ناحق دُکھ دے۔ اس سے وہ سخت ناراض ہوتا ہے۔ اور اِسی طرح جو شخص دو ساتھیوں میں یا دو بھائیوں یا دو ہمسایوں میں یا دو دوستوں میں لڑائی یا فساد ڈلوائے۔ اُس سے بھی وہ ناراض ہوتا ہے۔

سچ بولنے والا اُس کو بہت پیارا ہے۔ اور جُھوٹ بولنے والا اس کی سزا کا مستحق ہے۔

وہ ہر ایک عَیب۔ کمی اور بُرائی سے پاک ہے۔ اور جِس قدر بھی خُوبی کی باتیں ہو سکتی ہیں وہ سب اس میں پائی جاتی ہیں۔

وہ چاہتا ہے کہ اُس کے بندے اُس کی صفات کا عِلم حاصِل کریں۔ اور ان صفات کو اپنے اندر پَیدا کریں۔ اِسی غرض کے لئے اُس نے اِنسان کو پَیدا کیا ہے۔ اپنی صِفات کا عِلم دینے کے لئے وہ اپنے نبیوں اور رسُولوں کو تعلیم دے کر لوگوں کی طرف بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ نیک بن جائیں۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ اس کی عبادت و پرستش کریں۔ اُسی سے اپنے لئے سب کُچھ مانگیں۔ اور جو کچھ وہ مانگتے ہیں اگر اس کا دینا ان کے حق میں اچھا ہو تو وہ دیتا ہے۔ ورنہ جو اُن کے لئے اچھی چیز ہوتی ہے وہ اُن کو دے دیتا ہے۔ اُس نے تمام نیک انسانوں کے لئے ایک جگہ بنائی ہے جِس میں آرام راحت اور خوشی کے تمام سامان پَیدا کئے ہیں۔ اس کو جنّت کہتے ہیں۔ وہ اپنے جِس بندے کے کاموں سے خوش ہوتا ہے اس کی وفات کے بعد اُس کو اپنی جنّت میں داخِل کرتا ہے۔ اور پھر اُسے وہاں سے نہیں نِکالتا۔

اُس نے بُرے لوگوں کے لئے بھی ایک جگہ بنائی ہے۔ جس میں ہر قسم کے دُکھ۔ غم اور تکلیف دینے والے تمام سامان پَیدا کئے ہیں۔ اس کو دوزخ کہتے ہیں۔ وہ جس بندہ سے اُس کے بُرے کاموں کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے اُس کے مرنے پر اُسے دوزخ میں ڈالتا ہے۔ ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ جتنے اس کے گناہ ہوتے ہیں اتنی سزا دے کر پھر اپنی بہشت میں داخِل کرتا ہے۔

بچّو! ہمارا خدا جب ہم پر اِتنا مہربان ہے کہ باپ اور ماں سے بھی زیادہ ہمارے آرام کا خیال رکھتا ہے۔ پھر وہ نیک کام کرنے پر اتنا بڑا بدلہ دینے کے لئے تیار ہے کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنا بہشت دے گا تو کیوں نہ ہم اپنے خدا کو راضی اور خوش کریں۔ ہمیں چاہئیے کہ دِن رات میں جب بھی ہمیں موقعہ ملے۔ اس کی عبادت کریں۔ اس کی تعریف کریں۔ اس کی نِعمتوں کا شکر کریں۔ تا ہم اُسے خوش کر کے اس کی جنّت کے وارث ہوں۔ اور ہر ایسے عمل اور فِعل سے بچیں جو اُس کی ناراضگی کا مُوجب ہوں۔

سوالات:۔

(۱) ہمارے خُدا کی کیا صِفات ہیں؟

(۲) ہم اُس کی کیوں عبادت کریں؟

(۳) وہ کِن باتوں سے خوش ہوتا ہے؟ اور

(۴) کِن باتوں سے ناراض ہوتا ہے؟

☆☆☆☆☆

۲۔ ہمارا خُدا

(از سیّدنا حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ)

مِری رات دن بس یہی اِک صَدا ہے
کہ اِس عالَم کَون کا اِک خُدا ہے
اُسی نے ہے پَیدا کِیا اِس جہاں کو
سِتاروں کو سُورج کو اور آسماں کو
وہ ہے ایک اُس کا نہیں کوئی ہمسَر
وہ مالِک ہے سب کا وہ حاکِم ہے سب پر
نہ ہے باپ اُس کا نہ ہے کوئی بیٹا
ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا
نہیں اُس کو حاجت کوئی بیویوں کی
ضرورت نہیں اُس کو کُچھ ساتھیوں کی
ہر اِک چیز پر اُس کو قدرت ہے حاصِل
ہر اِک کام کی اُس کو طاقت ہے حاصِل
پہاڑوں کو اُس نے ہی اُونچا کِیا ہے
سمندر کو اُس نے ہی پانی دِیا ہے
یہ دریا جو چاروں طرف بہ رہے ہیں
اسی نے تو قُدرت سے پَیدا کِئے ہیں

سمندر کی مچھلی ہَوا کے پرندے
گھریلو چرندے بنوں کے درندے
سبھوں کو وہی رزق پہنچا رہا ہے
ہر اِک اپنے مطلب کی شے کھا رہا ہے
ہر اِک شے کو روزی وہ دیتا ہے ہر دَم
خزانے کبھی اُس کے ہوتے نہیں کَم
وہ زندہ ہے اور زندگی بخشتا ہے
وہ قائم ہے ہر ایک کا آسَرا ہے
کوئی شے نظر سے نہیں اُس کی مخفی
بڑی سے بڑی ہو کہ چھوٹی سے چھوٹی
دِلوں کی چُھپی بات بھی جانتا ہے
بدوں اور نیکوں کو پہچانتا ہے
وہ دیتا ہے بندوں کو اپنے ہدایت
دِکھاتا ہے ہاتھوں پہ اُن کے کرامت
ہے فریاد مظلُوم کی سُننے والا
صداقت کا کرتا ہے وہ بول بالا
یہی رات دن اب تو میری صَدا ہے
یہ میرا خُدا ہے۔ یہ میرا خُدا ہے

مُشکِل الفاظ کے معانی:۔

(۱) **کون**۔ ہونا۔ ہوجانا۔ عالَمِ کون۔ جہان کا ہونا۔ یعنی پیداشُدہ جہان۔

(۲) **ہمسَر**۔ برابر۔

(۳) **آسرا**۔ سہارا۔

(۴) **مظلُوم**۔ جس پرظُلم کیا گیا ہو۔

(۵) **صداقت**۔ سچّائی۔

(۶) **بول بالا**۔ فتح مند۔ غالب۔

(۷) **ہِدایت**۔ راستہ دکھانا۔ سِیدھے راستہ پر چلانا۔ منزلِ مقصودتک پہنچانا۔

(۸) **کرامت**۔ بزرگی۔ بزرگی کے کام۔

خُلاصۂ مضمُون نظم

بس ہماری یہی پُکار ہے کہ اس جہان کا پیدا کرنے والا ایک خُدا ہے جس نے اِس جہان کو پیدا کِیا ہے۔ اورسُورج اورستاروں اورآسمان کو اُسی نے بنایا۔ اُس کی برابری کرنے والا کوئی نہیں۔ وہ سب کا مالِک اورسب پرحکومت کرنے والا ہے۔ وہ خودزندہ ہے اورزندگی بخشتا ہے۔ وہ خودقائم ہے۔ ہرایک کا سہارا ہے۔ وہ ہرایک بات سے واقف ہے۔ اُسے ہرقسم کی طاقت حاصِل ہے۔ وہ مظلوموں اورغریبوں کی مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کوہدایت دیتا ہے۔ اوراُن پررحمتیں کرتا ہے۔

سوالات:۔

(۱) صداقت کا بول بالا کرنے سے کیا مُراد ہے؟ اپنے زمانہ کی اس کی کوئی مِثال بتاؤ۔

(۲) خدا تعالیٰ کی دس صِفات جو اِس نظم میں ذِکر کی گئی ہیں بیان کرو۔

(۳) ساری نظم حِفظ سُناؤ۔

چَوتھا باب

ا۔ ہمارا پیارا نبیؐ

قبل از نبوّت ۴۰ سالہ زِندگی کے حالات

عزیزو! جِس نبی کی ہم اُمّت ہیں اُن کا نام حضرت محمّد مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ جتنی نیک باتیں ہمیں بتائی جاتی ہیں اور جن پر ہم عمل کرکے اپنے خالِق اور مالِک کو راضی کرکے اُس کی جنّت کے وارث ہوتے ہیں۔ وہ سب باتیں ہمیں اسی پاک نبیؐ کے ذریعے معلوم ہوئیں۔ اِس لئے آپ کی زِندگی کے حالات معلُوم کرنا آپ سے محبّت کرنا اور آپ کی پَیروی کرنا ہمارا فرض ہے۔

آپؐ کی زندگی کے مختصر واقعات یہ ہیں:۔

آپ کا نام محمدؐ ہے۔ جو آپ کے دادا نے رکھا۔ محمد کے معنے ہیں تعریف کیا گیا۔ اسی نام سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید میں یاد فرمایا۔ اور یہی نام کلمہ کا جُزو بنا دیا۔ اور آپؐ نے بادشاہانِ رُوم و ایران سے اسی نام سے خط و کِتابت کی۔ معاہدات میں بھی یہی نام اِستعمال فرمایا۔

آپ کی پیدائش عامُ الفِیل کی ۱۲؍ربیع الاوّل بروز پیر مطابق ۲۰؍اپریل ۵۷۱ء ہے۔

عامُ الفِیل

عام کے معنے سال۔ الفیل کے معنے ہاتھی۔ ہاتھی کا سال وہ سال ہے جس میں یمن کا گورنر اَبرَہَہ آپ کی پیدائش سے ایک ماہ بیس دن پہلے کعبۃُ اللہ کو گرانے کی نیّت سے ایک لشکر لے کر جس میں ہاتھی بھی تھے مکّہ پر حملہ کرنے آیا۔ مگر ابھی حملہ کرنے نہ پایا تھا کہ اُس کے لشکر میں چیچک کی وبا پَھُوٹ پڑی۔ کچھ لوگ مر گئے۔ اور باقی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔

آپ کے والِد کا نام عبداللہ تھا جو عبدالمطّلب کے بیٹے تھے۔

آپ کی والِدہ کا نام آمِنہ تھا جو بنی زُہرہ خاندان سے تھیں۔

والد ماجِد کا اِنتِقال

آپ کے پیدا ہونے میں ابھی چند مہینے باقی تھے کہ آپ کے والدِ بزرگوار کا انتِقال ہو گیا۔

دُودھ پلانے والیاں

اپنے والد بزرگ وار کے اِنتقال کے چند ماہ بعد آپ پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ نے آپ کو دو تین دِن دُودھ پلایا۔ اس کے بعد ابُولہب کی لونڈی ثوبِیہ نے دُودھ پلایا۔ پھر عرب کے دستور کے مُطابِق ہوازن قبِیلہ کی ایک عورت حلیمہ سعدیہ نے دو سال تک آپ کو دُودھ پلایا۔

آپ کا دیہات میں رہنا

دیہات کی عُمدہ آب وہوا اور وہاں کی عُمدہ صاف زبان میں آپ چھ سال تک پرورش پاتے رہے۔

آپ کے وجود کی برکت کا ایک عجِیب واقِعہ

مکّہ کے قریبی دیہات کی کچھ عورتیں جو ہمیشہ سال میں ایک دو دفعہ شہر میں امیروں کے بچّے اپنا دُودھ پلانے اوران کی پرورش کرنے کے لئے لینے آتی تھیں آپ کی پَیدائش کے بعد بھی مکّہ میں آئیں۔ سب عورتوں نے یہ سمجھ کر کہ اِس بچّے (محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے والد چُونکہ فوت ہو چکے ہیں اِس لئے آپ کی پرورش کرنے کے نتیجہ میں اچھی اُجرت یا انعام نہیں مِل سکتا۔ آپ کی پرورش اپنے ذمّہ نہ لی۔ بلکہ آپ کو وہیں چھوڑ کر امیر گھرانوں کے بچّے اپنے ساتھ لے گئیں۔ جب بی بی حلیمہ کو کوئی بچّہ نہ مِلا تو انہوں نے خالی جانا مُناسِب نہ سمجھا۔ آپ کو اپنے ساتھ اُٹھا کر لے گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود کی برکت سے اُن

کے دُودھ دینے والے جانوروں میں اس کثرت سے دُودھ پیدا کیا کہ وہ پہلے تو اِس سے حیران ہوئیں مگر پھر سمجھ گئیں کہ یہ سب اس بچّے کی برکت ہے۔ اِس لئے وہ بڑی محبّت اور غور سے آپ کی پرورش کرنے لگیں۔

سفرِ مَدِینہ اور آپ کی والِدہ کا اِنْتِقال

چھٹے سال آپ کی والدہ آپ کو اپنے ننھیال مدینہ میں لے گئیں۔ واپسی پر اَبوَا مقام پر سفر کی حالت میں آپ کی والدہ بھی اس جہان سے رُخصت ہوگئیں۔ بی بی آمنہ کے ساتھ اُن کی ایک وفادار لَونڈی اُمِّ اَیْمن تھیں جو آپؐ کو مکّہ واپس لائیں۔

عبدُ الْمُطَّلِب کی پرْ ورش میں

آپ کے دادا عبد المطّلب نے آپ کو اپنی پرْ ورش میں لے لیا۔ عبد المطّلب آپ سے بہت ہی محبّت کرتے اور باوجُود بچّہ ہونے کے آپ کی بڑی عزّت کرتے تھے۔ آپ کی عُمر جب آٹھ سال کی تھی تو آپ کے اِس مہربان دادا کا بھی سایہ سر سے اُٹھ گیا۔

ابُو طالِب کی پرْ ورش میں

دادا کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابُو طالِب جو آپ کے والد عبد اللہ سے بڑے تھے نے آپ کو اپنی پرورش میں لے لِیا۔ ابُو طالِب نے اپنے مرتے دم تک اِس عہد کو نباہا۔

شام کا سفر

بارہ برس کی عمر میں آپ اپنے چچا ابُو طالِب کے ہمراہ مُلک شام کے سفر پر گئے۔ اس سے آپ کو بہت کُچھ تجربہ حاصِل ہوُا۔

بکریاں چَرانا اور تجارت کرنا

آپ کو بے کار رہنا سخت ناپسند تھا اِس لئے گزارے کے لئے آپ نے مکّہ والوں کی بکریاں بھی ابتداء میں چَرائیں۔ مگر اس کے بعد مستقل طور پر تجارت کا پیشہ اختیار کِیا۔ اِسی سلسِلہ میں آپؐ نے شام، بُصریٰ اور یمن کے کئی سفر کئے۔ آپ نے مال تجارت میں خُوب نفع حاصِل کِیا۔ آپ کی نیکی، راست بازی اور دیانت وامانت کو دیکھ کر اکثر لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھ دیا کرتے اور اس وجہ سے آپ امین وصدُوق کے نام سے مشہور ہو گئے۔

حرْبِ فُجّار میں آپ کی شِرکت

حضرت مسیح کی پیدائش کے بعد ۵۸۰ء اور ۵۹۰ء کے درمیان قریش اور قَیس کے قبیلوں میں جنگ ہوئی۔ قریش کے سب خاندان شریک ہوئے۔ ہر خاندان کا الگ الگ دستہ تھا۔ ہاشم کے خاندان کا جھنڈا زُبَیر بن عبدالمطلب کے ہاتھ میں تھا۔ انہی کے ساتھ آپ شامل تھے۔ اُس وقت آپ کی عُمر ۲۰ برس کی تھی۔ آپ چونکہ طبعًا رحم دل تھے اِس لئے آپ نے کِسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ صرف تیر اندازوں کو تیر پکڑاتے رہے۔

اِس جنگ کا نام حرْبِ فُجّار اِس لئے ہے کہ یہ عزّت والے چار مہینوں رجب،

ذُوالقعدہ، ذوالحجّہ اور محرّم میں لڑی گئی تھی۔ فُجّار فاجِر کی جمع ہے جِس کے معنے بدکردار کے ہیں۔

حِلْفُ الْفُضُول

حربِ فُجار کی صلح کے بعد تین فضل نامی شخصوں کی تجویز سے یہ معاہدہ ہوا کہ ہر شخص جو مظلُوم کی حمایت کرے وہ اس میں شریک ہو جائے۔ چنانچہ آپ بھی اِس مُعاہدہ میں شریک ہو گئے۔ بعد میں بھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں آج بھی اِس معاہدہ پر عمل کرنے کو تیّار رہُوں۔

حضرت خدیجہؓ کے مال سے تجارت

قریش کے قبیلہ کی خدیجہ نامی ایک دَولتمند بی بی تھیں۔ ان کے شوہر فوت ہو چکے تھے۔ اپنا سامان دُوسروں کو تجارت کے لئے دے کر اپنا گزارہ کرتی تھیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی دیانت اور امانت کی جب اُس نے تعریف سُنی تو آپ کو بُلوا کر اپنا سامان تجارت کے لئے آپ کے سپرد کیا۔ اور اپنا غُلام مَیْسرہ بھی آپ کے ساتھ رَوانہ کِیا۔ آپ وہ سامان لے کر مُلک ِشام میں گئے۔ اور خُوب نفع کما کر واپس لَوٹے۔ حضرت خدیجہؓ آپ کے اس کام سے بہت خوش ہوئیں۔

حضرت خدیجہؓ سے نِکاح

اِس سفر سے واپس آئے ابھی تین ہی مہینے گزرے تھے کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ

کے پاس نِکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ کی عُمر اُس وقت ۲۵ برس کی تھی۔ اور حضرت خدیجہؓ کی ۴۰ برس کی۔ لیکن آپ نے اسے بخوشی منظور کر لیا۔ ابُو طالِب نے ۵۰۰ درہم حق مہر پر آپ کا نِکاح پڑھا۔ اِس بی بی سے آپ کے دو لڑکے ہوئے اور چار لڑکیاں۔ بڑے بیٹے کا نام قاسم تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کی کُنیت ابُو القاسم تھی۔ آپ کی بیٹیاں رُقیہؓ، زینبؓ، اُم کلثومؓ اور حضرت فاطِمہؓ تھیں۔ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ سے بیاہی گئیں۔ سیّدوں کا خاندان انہی سے چلا ہے۔

تعمیرِ کعبہ

جب آپ کی عمر ۳۵ برس کی تھی تو قُریش نے کعبۃ اللّٰہ کو از سرِ نَو تعمیر کیا۔ اس میں دو عجیب واقعات ہُوئے جن کا تعلق خاص طور پر آپ کی ذات سے ہے۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ کعبہ کی دیواروں کے لئے لوگ پتّھر لا رہے تھے۔ آپ بھی پتّھر لاتے تھے۔ دُوسرے بچّے اپنے تہ بند اُتار کر کندھوں پر رکھ کر پتّھر لا رہے تھے۔ آپ نے بھی اپنے چچا کے اصرار پر تہ بند اُتارا ہی تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مگر پھر آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔

دُوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب حجرِ اَسْوَد رکھنے کا موقعہ آیا تو ہر قبیلہ کے سردار نے چاہا کہ یہ شرف اُسی کے حصّہ میں آئے۔ اِس پر سب سردار آپس میں لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ آخر ایک شخص نے کہا لڑو مت جو شخص سب سے پہلے اس دروازہ سے آئے اُس سے فیصلہ کرا لو۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم آ رہے ہیں۔ آپ اندر داخل ہوئے تو سب خوشی سے اُچھل پڑے۔ اور آپ سے فیصلہ چاہا۔ آپ نے کمال دانائی سے فرمایا کہ ایک چادر لاؤ۔ چادر لائی گئی۔ آپ نے اس میں حَجرِ اسود رکھا اور سب سرداروں

سے کہا کہ اس چادر کے کونے پکڑ کر اُونچا اُٹھاؤ۔ سب نے حجرِ اسود اُونچا کیا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا۔ اِس طرح آپ کی دانائی سے سارا عرب کُشت وخُون سے بچ گیا۔

۲۔ ہمارا پیارا نبیؐ

بعد از نبوّت ۱۳ سالہ مکّی زندگی کے حالات

غارِ حِرا میں جانا

مکّہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ایک غار تھا۔ جسے حِرا کہتے تھے۔ آپ کچھ دنوں کی خوراک لے کر اس میں چلے جاتے اور اپنے مالِک وخالِق کو یاد کرتے۔ اِس عرصہ میں آپ کو کثرت سے خواب آتے۔ جو فوراً ہی پُورے بھی ہو جاتے تھے۔

نبوّت کا مِلنا

ایک دن حسبِ دستور آپ عبادت میں مشغول تھے کہ حضرت جبرائیل (وحی لانے والا فرشتہ) آپ کے پاس آئے اور آپ سے کہا پڑھو۔ آپ نے کہا مَیں نہیں پڑھوں گا۔ اُس فرشتے نے اپنے سینے سے لگا کر آپ کو دبایا۔ تین دفعہ ایسا ہوا۔ اِس کے بعد اُس نے کہا **اِقْـرَاْ بِـاسْـمِ رَبِّکَ الَّـذِیْ خَلَقَ** ۔ اپنے ربّ کے نام سے جس نے آپ کو پیدا کیا ہے پڑھیں۔ تب آپ نے یہی کلمات پڑھے۔

سُورۃ علَق کی پہلی ۵ آیتیں آپ کو فرشتے نے سِکھائیں۔ اِس کے بعد وہ فرشتہ غائب ہوگیا۔اورآپ حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس لوٹے اور آتے ہی کہا۔ زَمِّلُوْنِیْ۔ زَمِّلُوْنِیْ مجھے کمبل اُوڑھاؤ۔کمبل اُوڑھاؤ۔آپ نے سارا واقعہ حضرت خدیجہؓ سے کہہ سُنایا۔

ورقہ بن نَوفل کے پاس جانا

حضرت خدیجہؓ نے سُنتے ہی کہا کہ آپ غریبوں پر رحم فرمایا کرتے ہیں۔ بے کسوں کی مَدد کیا کرتے ہیں۔ جو قرضوں وغیرہ کے بوجھوں کے نیچے دبے ہُوئے ہوں اُن کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔خدا آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے ایک رشتہ دار، مکّہ کے سب سے بڑے عالم ورقہ بن نَوفل کے پاس لے گئیں۔جنہوں نے یہ واقعہ سُنتے ہی کہا کہ آپ کے پاس تو وہی پیغام آیا ہے جو حضرت مُوسیٰؑ کے پاس آیا تھا۔یعنی آپ خُدا کے پیغمبر بنائے گئے۔کاش !مَیں اُس وقت جوان ہوتا جبکہ آپ کی قوم آپ کو نِکال دے گی۔تو مَیں آپ کی ضرور مدد کرتا۔آپ نے کہا کیا میری قوم مجھے نِکال دے گی؟ اُس نے کہا ہاں۔جو شخص بھی آپ کی طرح نبی ہو کر آتا ہے لوگ اُس کی مخالفت کرتے ہیں۔

پہلے ایمان لانے والے

جب آپ نے اپنی رسالت کی تبلیغ شروع کی تو عورتوں میں سے سب سے پہلے آپ پر آپ کی بیوی حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔مَردوں میں سے حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو قبُول کیا۔اور بچّوں میں سے حضرت علیؓ آپ کی رسالت پر ایمان لائے۔اس کے بعد آہستہ آہستہ لوگ ایمان لاتے گئے۔تین سال کے عرصہ میں کوئی چالیس آدمی آپ پر ایمان

لائے۔جن میں حضرت عثمانؓ، زُبَیر، عبدالرحمٰن بِن عَوْف، طلحہ اور بِلال رضی اللہ عنہم کا نمبر پہلے ہے۔

سب قریش کو بُلا کر کوہِ صفا پر وعظ فرمانا

ابتدائی تین سال تک آپ علیحدہ علیحدہ لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے رہے چوتھے سال جب آپ پر یہ حُکم نازل ہوا۔

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ O(سورۃ شعراء ع[۱۱])

اور ڈرا تو اپنے قریبی رشتہ داروں کو

تو آپ نے سب قریش کو اکٹھا کیا اور کوہِ صفا پر چڑھ کر اُنہیں خُدا کا پیغام سُنایا۔بس پھر کیا تھا تمام قریش آپ کے خلاف بھڑک اُٹھے۔

ایک عجیب واقعہ

آپ نے آواز دے کر جب سب قریش کو جمع کر لیا تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر مَیں تم سے یہ کہوں کہ اِس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر تمہاری تباہی کے لئے آ رہا ہے تو کیا تم میری اِس بات کا یقین کرو گے۔سب یک زبان ہو کر بولے کیوں نہیں!

مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا الصِّدْقَ

ہم نے سوائے سچائی کے آپ میں اور کوئی بات نہیں دیکھی۔

پھر آپ نے کہا اگر یہ بات ہے تو مَیں تمہیں خُدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہاری بد اعمالیوں کے نتیجہ میں تم پر آنے والا ہے۔

ابُولہب جو آپ کا چچا تھا آگ بگولا ہو کر بول اٹھا:۔

تَبًّا لَّکَ اَلِھٰذا جَمَعْتَنَا؟[1]

تیرا بُرا ہو کیا اِس لئے تُو نے ہمیں جمع کیا تھا

اُس کی اِس گُستاخی کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس کو آئندہ حق قبُول کرنے سے محروم کر دیا۔ اور اُس کے بارے میں سُورۃ تبّت اُتاری جس میں ابولہب کے بُرے انجام کے علاوہ اُس کی بیوی کے بُرے انجام کا بھی ذکر فرما دیا۔

اس واقعہ سے ایک عجیب سبق مِلتا ہے کہ خُدا کے نبیوں، ولیوں اور برگزیدوں کے حق میں کبھی بُرا کلمہ نہیں بولنا چاہیئے ورنہ انسان کو اس کی سزا اس دُنیا میں بھی مِلتی ہے اور آخِرت کی سزا تو بہت بڑی ہے۔

قریش کو پرائیویٹ دعوت

اس کے بعد آپ نے قریش کی دعوت کی۔ اُنہیں کھانا کِھلایا۔ جب سب کھانا کھا چکے تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو میرا ساتھ دو۔ اس پر سب قریش ہَنس کر چلے گئے۔

دوبارہ دعوت

آپؐ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ پھر دعوت کا انتظام کرو۔ اب کے اُنہیں پہلے خُدا کا پیغام سُنائیں گے اور پھر کھانا کھلائیں گے۔ چنانچہ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے

---

[1] تاریخ طبری وخمیس بحوالہ سیرت خاتم النبیّین جِلد اوّل

فرمایا:۔

''دیکھو! مَیں تمہاری طرف وہ بات لے کر آیا ہُوں کہ اس سے بڑھ کر اچّھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا۔ اس کام میں میرا کون مددگار ہوگا؟''

آپ کی اس بات پر ساری مجلس میں سنّاٹا چھا گیا۔ سب خاموش بیٹھے رہے۔

تیرہ سالہ بچّے کی اِیمانی جُرأت

یک لخت ایک طرف سے ایک ۱۳ سالہ دُبلا پتلا لڑکا جِس کی آنکھوں سے پانی بہ رہا تھا پُوری جُرأت سے بولا:۔

''گو مَیں کمزور ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں مگر مَیں آپ کا ساتھ دوں گا۔''

حاضرین نے جب یہ نظارہ دیکھا تو بجائے شرمندہ ہونے کے کِھل کِھلا کر ہنس پڑے۔ اور اسلام اور ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اِس کمزور حالت کا مذاق اُڑاتے ہوئے اُٹھ کر چلے گئے۔

بچّو! جانتے ہو یہ آواز اسلام کے کِس ہونہار فرزند کی تھی؟ یہ آواز حضرت علیؓ کی تھی۔ گو یہ آواز ایک بچّے کی آواز تھی مگر انہوں نے اسلام کی بہت بڑی خدمات سرانجام دے کر اسے پُورا کر دِکھایا۔ اِن خدمات کا ذِکر اِنشاء اللہ تعالیٰ تمہیں حضرت علیؓ کے بیان میں بتایا جائے گا۔

قریش کی مُنظّم مُخالِفت کی اِبتداء

آپ کی بڑھتی ہوئی آواز کو روکنے کے لئے قُریش اَب پُوری طرح مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور خدا کے اِس برگزیدہ اور آپؐ کی جماعت کو ستانا اور دُکھ دینا شروع کر دیا۔ کبھی پاگل، کبھی شاعر اور کبھی جادُوگر آپ کو مشہور کرتے۔ جب آپ باہر نکلتے تو آوازے کَستے۔ کعبۃُ اللہ میں نماز پڑھتے تو شور وغُل مچاتے۔ ایک دفعہ آپ کعبۃُ اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدے میں گئے تو ایک بد بخت نے ابُوجہل کے اشارے سے اُونٹ کی اوجھڑی لا کر آپ کی گردن پر رکھ دی۔ جِس سے آپ اپنا سر نہ اُٹھا سکے۔ اور بہت دیر اسی حالتِ سجدہ میں پڑے رہے۔ آخر جب حضرت فاطمۃُ الزَّہراء کو پتہ لگا تو وہ دَوڑی دَوڑی آئیں اور گند کا یہ بوجھ آپ سے دُور کیا۔

آپ کے ماننے والوں کو بھی قریش نے ستایا۔ مارنا اور پیٹنا شُروع کر دیا۔ غرضیکہ مسلمانوں کے لئے اب چلنا پھرنا، اِدھر اُدھر آنا جانا بہت مشکل ہو گیا۔

قریش کے وفود ابوطالب کے پاس

اسی پر بس نہیں بلکہ قُریش نے ایک وفد ابو طالِب کے پاس بھیجا۔ جس نے انہیں جا کر سمجھایا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے بُتوں کو بُرا بھلا کہتا ہے اُسے روکو ورنہ ہم اب زیادہ دیر تک تمہاری حمایت برداشت نہیں کر سکتے۔ پھر تم سے بھی ہماری لڑائی شروع ہو جائے گی۔

قریش کی اِس دھمکی سے ڈر کر ابُو طالِب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو بُلا کر کہا کہ اب قوم کی ناراضگی مجھ سے ناقابلِ برداشت ہے۔ تم نے اپنی تعلیم کے ذریعہ سے اُنہیں

ناراض کر دیا ہے۔ اِس لئے ایسی باتوں سے پرہیز کرو جواُن کی خفگی کا مُوجب ہوں۔مَیں اب تمام قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔

آپ نے ایک طرف اپنے چچا کی بے بسی دیکھی۔اور دُوسری طرف اپنے قادرِ مطلق اور مہربان خدا کے فرمان کو دیکھا۔آخر تھوڑی دیر کے بعد اِطمینان سے اپنے چچا کو جواب دیا کہ:۔

''اَے چچا! اگر آپ کو اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو آپ بے شک مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جائیں مگر مَیں احکامِ الٰہی کے پہنچانے میں کبھی نہیں رُکوں گا۔اور خُدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سُورج اور ایک ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دیں تب بھی مَیں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا۔اور مَیں اپنے کام میں لگا رہوں گا حتیٰ کہ خدا اسے پورا کرے یا مَیں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں۔''

اللہ! اللہ!! کیسے پُرشوکت الفاظ تھے جن سے عزم اور اِستقلال،ہمّت اور بہادری چشمہ کے پانی کی طرح پَھُوٹ پَھُوٹ کر باہر آرہی تھی۔اور جو اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے۔ابو طالِب نے آپ کی نُورانی پیشانی پر نظر دَوڑائی۔اور عَزم و اِستقلال کے اِس مجسّمہ پر نظر دَوڑا کر کہا کہ:۔

''جا اپنے کام میں لگا رہ۔جب تک مَیں زندہ ہُوں اور جہاں تک میری طاقت میں ہے مَیں تیرا ساتھ دوں گا۔''

جب اس قِسم کی دھمکیوں سے کام نہ چلا تو کُفّار نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو لالچ دینے کے لئے عتبہ نامی شخص کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ سرداری چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا

سردار مان لیتے ہیں۔ دَولت چاہتے ہوتو دَولت دے دیتے ہیں۔ خوبصورت عورت سے نِکاح کرنا چاہتے ہوتو وہ بھی حاضِر ہے۔ مگر آپ نے اِن سب باتوں کے جواب میں سورۃ حٰمٓ سجدہ کی ابتدائی آیات تِلاوت کر دِیں۔

عتبہ گھبرا کر چلا گیا۔ اور قریش سے جا کر کہا کہ اس شخص کو اس کے حال پر رہنے دو۔ مگر وہ سب اس سے بھی ناراض ہو گئے۔

اِسی طرح کی اَور بھی کئی سازشیں قُریش نے کیں۔ مگر آپ اور آپ کے متّبعین کے پائے استِقلال میں ذرہ بھی جُنبش پیدا نہ کر سکے۔

بَیتِ اَرقم

کعبۃُ اللہ کے پاس ہی ایک گلی میں ایک مخلص صحابی اَرقم نامی کا گھر تھا جس میں آپ اکثر اپنا وقت گزارتے تھے۔ مسلمانوں کو درس تدریس دیتے۔ اور وہیں نمازیں پڑھتے۔

ہجرتِ حَبشہ

سنہ ۵ نبوی مطابق ۱۵-۶۱۶ء جب مُسلمانوں کی تکالیف حد سے بڑھ گئیں۔ تو ۱۱ مرد اور ۴ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت عثمانؓ بن عفّان اور اُن کی زوجہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بھی تھیں۔ حَبشہ پہنچ کر اُنہیں امن کی زندگی نصیب ہوئی۔ قُریش نے تعاقب بھی کِیا مگر ناکام رہے۔ قُریش کا وفد بھی شاہ نجاشی کے پاس مُسلمانوں کے خلاف شکایات لے کر انہیں وہاں سے نِکلوانے گیا مگر ناکام واپس ہوا۔

حضرت عُمرؓ کا اسلام لانا

حضرت عُمرؓ بڑے جری اور سخت طبیعت کے انسان تھے۔ اِسلام کے بڑے پکّے دُشمن تھے۔ ایک دفعہ غصّہ میں آکر ارادہ کیا کہ روز روز کا جھگڑا مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینا چاہئیے ۔ اِسی اِرادے سے تلوار لے کر گھر سے نکلے ۔ راستہ میں ایک مُسلمان سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے پُوچھا۔ عمر کِدھر جا رہے ہو؟ حضرت عُمر نے جواب دیا کہ محمدؐ کا کام تمام کرنے چلاہُوں۔ اس مسلمان نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو کہ تمہاری بہن اور بہنوئی مُسلمان ہو چکے ہیں یہ سُنتے ہی فوراً وہیں سے اپنی بہن کے گھر کا رُخ کِیا۔ پہنچے تو قرآن کی آواز سُنائی دی۔ بس پھر کیا تھا آگ بگولا ہو گئے۔ اپنے بہنوئی کو مارنے لگے ۔ بہن بچانے کے لئے سامنے ہوئیں۔ بجائے خاوند کے اُنہیں چوٹ لگی اور خون بَہ نِکلا۔ حضرت عمرؓ کی شرافتِ طبعی نے جوش مارا کُچھ نرم ہوئے۔ پھر کہا اچھا کیا پڑھ رہے تھے۔ مجھے بھی سُناؤ۔ حضرت عُمرؓ کی زِیرک اور دانا ہمشِیرہ فاطمہؓ نے کہا۔ پہلے غُسل کرلو۔ پھر قرآنِ مجید کے پاکیزہ اَوراق کو ہاتھ لگا سکتے ہو۔ جب وہ نہانے سے فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے وہ اَوراق اُن کے ہاتھ میں دیئے۔ انہوں نے اُٹھا کر دیکھا تو وہ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات تھیں۔ پڑھنا شُروع کر دیا۔ جب اِس آیت پر پہنچے:۔

وَ	فَاعْبُدْنِیْ	لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا	اَنَا اللّٰهُ	اِنَّنِیْ
اور	پس تُو میری عبادت کر۔	میرے سِوا اور کوئی معبود نہیں۔	خدا ہُوں	یقیناً میں ہی

اَكَادُ اُخْفِیْهَا	اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ	اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ٥
قریب ہے کہ مَیں اسے ظاہر کروں	یقیناً وہ خاص گھڑی آنے والی ہے۔	میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔

لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی o(طٰهٰ ع ۱)

تاکہ ہر نفس اپنے کئے کا بدلہ پا سکے۔

تو بے اختیار بول اٹھے:۔

''یہ کیسا عجیب اور پاک کلام ہے۔''

حضرت خبابؓ (حضرت عمرؓ کے بہنوئی) نے یہ الفاظ سُنے تو فوراً خُدا کا شُکر ادا کِیا۔

اور کہا:۔

''یہ رسُول اللہؐ کی دُعا کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ خدا کی قسم! ابھی کل ہی مَیں نے آپ کو یہ دُعا کرتے سُنا تھا کہ یا اللہ! تُو عُمَرؔ بن الخطاب یا عَمؔرو بنِ ہشام (ابوجہل) میں سے ایک کو ضرور اسلام عطا کر دے۔''

وہاں سے اُٹھے تو سیدھے رسولِ پاک حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بَیتِ ارقمؓ میں پہنچے۔ دروازہ کھُلوایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم انہیں دیکھ کر آگے بڑھے اور فرمایا:۔

''اَے عُمر! کِس ارادے سے آئے ہو؟

حضرت عمرؓ نے عرض کی:۔

''ایمان لانے کی غرض سے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب یہ الفاظ سُنے تو خوشی سے اَللّٰهُ اَکْبَر کہا۔ ساتھ ہی صحابہؓ نے بھی اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکّہ کی وادی گُونج اُٹھی۔

مِعْراجِ نبویؐ

۵ ؁ نبوی میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو آپ کا رُوحانی بلند مقام بتانے اور آپ کو آئیندہ ہونے والی فتوحات کی خبر دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ درجہ کا رُوحانی مِعْراج کرایا۔ جس میں آپ نے بڑے بڑے عجائباتِ قُدرت کے نمونے دیکھے۔

اِسی سال پانچ نمازیں بھی فرض ہوئیں۔ اِس معراج کا ذِکر سورۃ النجم اور سورۃ بنی اسرائیل میں مکمل موجود ہے۔

۷ ؁ نبوی مطابق ۶۱۶ ؁ء شعبِ ابی طالب میں محصُور رہونا

سب طرف سے مایوس ہو کر کُفّار نے مسلمانوں کو دُکھ دینے کی ایک تجویز یہ کی کہ قریش کے سب قبائل نے مِل کر بنُو ہاشم کے خلاف ایک معاہدہ لِکھ کر کعبۃُ اللہ کی چھت سے لٹکا دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ:۔

''بنو ہاشم کے ساتھ کِسی قسم کا کوئی لین دین نہ کیا جائے نہ ان کے پاس کوئی چیز بیچی جائے اور نہ اُن سے خریدی جائے۔ نہ ان کو کوئی کھانے پینے کی چیز دی جائے۔ اور اُن سے نہ کوئی مِلے۔ جب تک کہ یہ محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے الگ ہو جائیں۔''

اِس معاہدہ کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور تمام بنو ہاشم مسلم اور غیر مُسلم اور بنو مُطّلب بھی شِعب ابی طالِب میں (ابو طالِب کے نام سے ایک محلّہ پہاڑی درّہ کی شکل میں تھا) محصُور (بند) ہو گئے۔

اِن محصُورین پر جو جو مصائب آئے وہ بیان سے باہر ہیں۔ انہیں پڑھ کر بدن پر ایک لرزہ سا طاری ہو جاتا ہے۔ صحابہ کا بیان ہے کہ بعض اوقات انہوں نے درختوں کے پتّے کھا کھا کر گُزارہ کیا۔ بعض نے چمڑے کے سُوکھے ٹکڑے پانی میں بھِگو کر نرم اور صاف کر کے بھُون کر کھائے۔ بچّوں کے رونے اور چلاّنے سے ہر وقت ایک کُہرام سا مچا رہتا تھا۔

یہ مصیبت تین سال تک جاری رہی۔ آخر بعض رحم دل لوگوں کی کوشش سے معاہدہ چاک کر دیا گیا۔ ۱۰ سنہ نبوی مطابق ۶۱۹ء میں اس سے چھُٹکارا ہوُا۔

قبائل میں تبلیغی دَورے

حج کے ایّام میں جب لوگ دُور دراز سے جمع ہوتے یا اَشہرِ حُرم (عزّت والے مہینے) میں عرب کی مشہور منڈیوں عُکاظ، مجنہّ اور ذُوالمجاز کے میلوں پر لوگ جمع ہوتے تو ہمارے آقا اُن میں پھر پھر کر تبلیغ کرتے۔ کوئی مذاق اور ٹھٹھّا کرتا۔ کوئی بُرا بھلا کہتا۔ کوئی سنجیدگی سے جواب دیتا۔ کوئی غور سے سُنتا۔ غرضیکہ آپ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے فرض کو ادا کرتے جاتے۔ ابُولہب آپ کا چچا بھی سایہ کی طرح آپ کے ساتھ لگا رہتا۔ ہر موقعہ پر آپ کی مخالفت کرتا۔ اِسی طرح دُوسرے لوگ بھی مخالفت کرتے۔ ان کی اِس مخالفت کی وجہ سے قبائل میں تبلیغی دَورہ کا کوئی فوری نتیجہ ظاہر نہ ہوُا۔

۱۰ سنہ نبوی مطابق ۶۱۹ء حضرت ابُو طالب کی وفات

آپ کو اِس سال پَے در پَے کئی صدمے اُٹھانے پڑے۔ اِس لئے آپ نے اِس سال کا نام عام الحُزن یعنی غموں کا سال رکھا۔ ابو طالب جو آپ کے جاں نثار مددگار تھے

سخت بیمار ہو گئے۔ اُن کی موت کا وقت قریب تھا کہ آپ نے جا کر انہیں اِسلام لانے کے لئے کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ:۔

''چچا! اگر آپ صرف کلمۂ شہادت ہی پڑھ دیں تو میں قیامت کے دِن آپ کی شفاعت کروں گا۔''

ابُو طالب نے کہا:۔

''بھتیجے! مَیں ایسا کر لیتا مگر قُریش کیا کہیں گے کہ ابو طالِب موت سے ڈر کر اپنے باپ دادوں کا مذہب بھی چھوڑ گیا۔''

اِس کے تھوڑے عرصہ بعد ابو طالب ۸۰ برس کی عمر پا کر اِس دارِ فانی سے کُوچ کر گئے۔

رمضان ۱۰ نبوی حضرت خدیجہؓ کا اِنتقال

اِسی سال رمضان شریف میں آپ کی ہمدرد، وفادار، خدمت گزار پیاری اور نہایت پارسا بیوی حضرت خدیجہؓ کا بھی اِنتقال ہو گیا۔ ابُو طالِب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات سے آپ کے یہ دو مضبوط دُنیاوی سہارے بھی جاتے رہے۔

۱۰ نبوی مطابق جنوری ۶۲۰ء سفرِ طائف

مکّہ والوں کی مخالفت اور اِنکار کو روز بروز بڑھتے دیکھ کر آپ نے طائف والوں کو تبلیغ کرنے کا عزم کیا۔ طائف مکّہ کے مقابلہ کا شہر تھا۔ اور مکّہ سے تین منزل کے فاصلہ پر تھا۔ آپ نے اپنے آزاد کردہ غُلام زَید بن حارثہؓ کو ساتھ لِیا۔ اس شہر میں پہنچ کر شہر کے رؤساء کو تبلیغ کی۔ مگر سب نے اِنکار کیا اور ہنسی اُڑائی۔ آخر آپ شہر کے سب سے بڑے

رئیس عبد یا لیل کے پاس گئے۔ اور اُسے بھی اِسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ مگر اُس نے نہ صرف اِنکار کیا بلکہ شہر کے آوارہ آدمی ہمارے سردار حضرت رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے لگا دِیئے جو آپ پر دُور تک پتّھر برساتے چلے آئے۔ جِن سے آپ کا بدنِ مُبارک لہُولہان ہو گیا۔

طائِف سے تین میل کے فاصلہ پر عُتبہ بن رَبِیعہ کا ایک باغ تھا جس میں آ کر آپ نے پناہ لی۔ اور اُن ظالموں کے ظُلم سے رِہائی پائی۔ یہاں ایک دیوار کے سایہ میں کھڑے ہو کر آپ نے اپنے مَولیٰ کے حضور اپنی بے بسی اور بے کَسی کو پیش کرتے ہوئے اُس سے مدد طلب کی۔

شوال ۱۱ سنہ نبوی مطابق ۶۲۰ سنہ ء حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح

اِس سال پہلے حضرت سودہؓ سے آپ کا نِکاح ہوُا۔ اور پھر ایک خواب کی بناء پر حضرت عائِشہؓ سے آپ کا نِکاح ہوُا۔ اُس وقت آپ کی عُمر ۵۰ برس سے کُچھ اُوپر تھی۔

۱۱ سنہ نبوی مطابق ۶۲۰ سنہ ء اہلِ مدینہ کے اِسلام لانے کا آغاز

ایّامِ حج میں قبیلہ خزرج کے آدمیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے نہایت نرم لہجہ میں انہیں اِسلام کی تبلیغ کی۔ قرآنِ مجید کی چند آیات سُنائیں۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا کہ:۔

''یہ موقعہ بڑا اچھا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے سبقت لے جائیں۔''

چنانچہ سب نے کلمہ پڑھا اور مُسلمان ہو گئے۔ یہ ۶ آدمی تھے اُن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) اسعد بن زرارہ ۔ (۲) عَوف بن حارث ۔ (۳) رافع بن مالِک ۔ (۴) قُطبہ بن عامِر ۔ (۵) جابر بن عبداللہ ۔ (۶) عُقبہ بن عامر ۔

یہ لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے تو کہا ہم مدینہ جا کر لوگوں کو تبلیغ کریں گے ۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ ہم لوگوں کو اکٹھا کر دے پھر ہم ہر طرح آپ کی مدد کریں گے ۔

۱۲ سنہ نبوی مطابق اپریل ۶۲۱ء بَیعتِ عَقبہٗ اُولیٰ

اِس سال میں جب حج کے ایّام آئے تو آپ اہلِ یثرب (مدینہ) کی تلاش میں نِکلے ۔ منیٰ کے پاس عُقبہ مقام پر مدینہ کے کچھ آدمی آپ کو دکھائی دیئے ۔ اُنہوں نے بھی آپ کو دیکھا تو نہایت محبّت و اِخلاص سے آپ کا اِستقبال کیا ۔ اب کے یہ بارہ آدمی تھے ۔ کچھ پچھلے سال کے مسلمان تھے ۔ اور کچھ نئے تھے ۔ اِس دفعہ سب نے آپ کے ہاتھ پر باقاعدہ بَیعت کی ۔ اور یہ بیعت تاریخ میں بَیعتِ عقبہٗ اُولیٰ کے نام سے مشہور ہے ۔

اِسلام کا پہلا مُبلّغ مدینہ میں

یہ لوگ جب رخصت ہونے لگے تو انہوں نے درخواست کی کہ ہمیں کوئی مُعلِّم دیا جائے جو ہمیں دینِ اِسلام کی تعلیم دے اور ہمارے دوسرے بھائیوں میں تبلیغ کرے ۔ آپ نے حضرت مُصعِب بن عُمَیرؓ کو اُن کے ساتھ روانہ کر دیا ۔

اُن کے مدینہ میں جانے سے گھر گھر اِسلام کا چرچا پھیل گیا اور قبیلہ اَوس اور خَزرج کے لوگوں نے بڑی تیزی سے اِسلام میں آنا شروع کر دیا ۔

۱۳ سنہ نبوی اپریل ۶۲۲ء بَیعتِ عُقبہ ثانیہ

اِس سال بھی ایّامِ حج میں مدینہ سے قریباً ۷۲ آدمی آئے۔ جن میں دو عورتیں بھی تھیں۔ مبلّغِ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اُن کے آنے کی اطّلاع ملی تو آپ نے رات کے وقت عقبہ یعنی گھاٹی میں ملاقات کا وقت مقرّر کیا۔ چنانچہ آپ رات کے وقت اپنے چچا عبّاس کے ساتھ وہاں پہنچے۔ حضرت عباسؓ گو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے مگر آپ کے ہمدرد تھے۔ اور آپ سے محبّت رکھتے تھے۔ اتنے میں انصار مدینہ کے لوگ بھی پہنچ گئے۔ جب ان لوگوں نے یہ تجویز پیش کی کہ حضُور ہمارے پاس مدینہ تشریف لے چلیں تو اس پر حضرت عبّاسؓ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"اے خزرج کے گروہ! محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے گھرانے کے معزّز ترین فرد ہیں۔ اُن کا خاندان ان کی پُوری حفاظت کرتا ہے۔ اگر تم لوگ اُن کی حفاظت کر سکو تو انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ورنہ ابھی سے جواب دے دو۔

جب حضرت عباسؓ بات کر چکے تو البراء بن معرور نے کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سُننا چاہتے ہیں۔ آپ نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں حقوق اللہ اور حقوق الْعِباد کا ذِکر فرمایا۔

ابوالہیثم نامی شخص نے عرض کی۔ یا رسُول اللہ! ہمارے یہود کے ساتھ تعلّقات ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو جب اللہ تعالیٰ غلبہ دے تو آپ ہمیں چھوڑ کر چلے آئیں۔ پھر

ہم نہ اِدھر کے رہیں نہ اُدھر کے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارا خون میرا خون ہوگا۔ تمہارے دوست میرے دوست ہوں گے۔

عبداللہ بن رواحہ بولے۔ یارسُول اللہ! ہمیں اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا۔ رِضوانُ اللہ (اللہ کی خوشنودی) اور جنّت۔ عبداللہ بن رواحہ بے اختیار بولے:۔

بس اب سودا ہو چکا۔ ہمیں منظُور ہے۔ اب نہ آپ پھِریں نہ ہم۔

اِس کے بعد سب نے بَیعت کی۔ آپ نے ان ۷۲ آدمیوں میں سے ۱۲ نقیب چُنے۔ جن کو اپنے اپنے قَبِیلہ کا نِگران مقرّر فرمایا۔ اس کے بعد یہ لوگ واپس مدینہ چلے آئے۔

۱۴ سنہ نبوی، اپریل ۶۲۴ء ہجرتِ صحابہؓ

مکّہ میں جب کفّار کے مظالم و تکالیف اِنتہا کو پہنچ گئیں تو صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشُورہ سے مدینے کی طرف ہجرت شُروع کر دی۔ اور مکّہ میں صرف چند مُسلمان رہ گئے۔ باقی سب ایک ایک کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

دارُ النّدوہ میں مشُورہ

جب اس طرح کُفّار نے صحابہؓ کو جاتے دیکھا تو آپس میں مشورہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اب قتل کر دینا چاہیئے اور قریش کے تمام قبائل کا ایک ایک جَوان رات کے وقت آپ کے مکان کا محاصرہ کر لے۔ اور جب آپ نماز کے لئے نِکلیں تو آپ کو قتل کر دے۔ اِس طرح کِسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ اور نہ کوئی جھگڑا ہوگا۔

ماہ صفر ۱۴ سنہ نبوی، ۲۰ جون ۶۲۲ سنہ ء ہجرتِ نبوی

اللہ تعالیٰ نے کفّار کے اِس منصُوبے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اطّلاع کردی۔ آپ کو بھی ہجرت کا حکم مِل چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے رات کے وقت حضرت علیؓ کو اپنے بِستر پر سُلا کر حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لِیا۔ اور مکّہ سے باہر غارِ ثَور میں جو تین میل کے فاصلہ پر تھی جا کر چھُپ رہے۔ تین دن کے بعد وہاں سے نکل کر آپ نے مدینہ کی طرف کُوچ کیا اور اِس طرح خُدا نے اپنے رسُولؐ کو اس کے خُونخوار دُشمنوں کے پنجہ سے نجات دِلائی۔ اور حضُورؐ کو کامیابی، کامرانی اور فتح مندی کے راستہ پر ڈال دیا۔

مشکل الفاظ کا حل:۔

(۱) ہجرت کے لفظی معنے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ خُدا کی خاطر کسی جگہ کو چھوڑ کر دُوسری جگہ جانا۔ ہجرت کرنے والے کو مُہاجر کہتے ہیں۔

(۲) عَقبہ کے لفظی معنے بلند پہاڑی راستہ کے ہیں۔

(۳) اَوس اور خزرج۔ مدینہ میں دو بڑے قبیلے تھے جو مُسلمان ہو کر بعد میں اَنصار کہلائے۔

(۴) مَدِینہ۔ مکّہ سے شمال کی طرف قریباً ۲۵۰ میل پر ایک شہر یثرب نامی تھا۔ ہجرت کے بعد مدینۃُ الرسولؐ مشہور ہو گیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ صرف مدینہ رہ گیا۔

۳۔ ہمارا نبیؐ

دس سالہ مَدنی زندگی کے حالات اِسلام کے پُرشوکت دَور کا آغاز

اِسلام کا یہ پُرشوکت دَور واقعہ ہجرت سے شروع ہوتا ہے۔ اِس لئے ذرا تفصِیل سے اِس کا ذِکر کرنا ضروری ہے۔

جب کفّارِ مکّہ نے دار النّدوہ (کمیٹی گھر) میں آپ کے قتل کا مشورہ پُختہ کر لیا تو رات کے وقت مختلف قبائل کے ۹ مُسلّح نوجوان آپ کے مکان کے اِرد گرد جمع ہو گئے۔ مکان سے نِکلنے کا جو راستہ تھا اُس پر خاص نِگاہ رکّھی۔

مکّہ والے گو آپ کے مخالف تھے مگر آپ کی امانت اور دیانت کی وجہ سے آپ کے پاس امانتیں رکھ جاتے تھے۔ اِس لِئے حضُورؐ نے حضرت علیؓ کو بُلا کر تمام حساب و کتاب بتا کر امانت کا سارا مال ان کے سپرد کر دیا۔ اور اپنے بستر پر انہیں لِٹا کر اللہ کا نام لے کر گھر سے باہر نِکل آئے۔ جو نوجوان دروازے پر گھات لگائے بیٹھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایسی غفلت طاری کی کہ اُنہیں آپ کے باہر نِکلنے کا عِلم تک نہ ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ سے پہلے مشورہ ہو چکا تھا۔ اِس لئے آپ نے انہیں ساتھ لے لیا۔ اور غارِثَور کی طرف رُخ کِیا جو مکّہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھی۔ وہاں پہنچ کر اس تنگ و تاریک غار میں دونوں ساتھی رُوپوش ہو گئے۔

کُفّار کو جب پتہ چلا تو پہلے اُنہوں نے اِدھر اُدھر تلاش کی۔ صحابہؓ سے پوچھا۔ مگر

جب پتہ نہ لگا تو پھر اعلان کر دیا کہ جو شخص محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو زِندہ یا مُردہ لے آئے گا۔ اُس کو سَو اُونٹ بطور اِنعام دئے جائیں گے۔ اِس لالچ میں مکّہ کے کئی آدمی اِدھر اُدھر آپ کی تلاش میں دَوڑ پڑے۔

غارِ ثور پر رؤساءِ قریش کا پہنچنا اور پھر ناکام واپس آنا

خود رؤساءِ قریش بھی چند سُراغ رسانوں کو لے کر آپ کی تلاش میں نکلے۔ سُراغ نکالنے والے انہیں غارِ ثور کے مُنہ تک لے آئے۔ اور انہیں کہا کہ تمہارے مُجرم اِس غار تک پہنچے ہیں۔ یا تو اِس غار میں ہیں۔ یا پھر آسمان پر اُڑ گئے ہیں۔

لِکھا ہے کہ قریش اس قدر آپ کے قریب کھڑے تھے کہ آپ اُن کی باتیں سُن رہے تھے۔ اور اگر وہ ذرا نیچے جھانکتے تو دیکھ سکتے تھے۔ غار کے مُنہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا اور کبُوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ اِن اشیاء کو دیکھ کر وہ سردار اپنے سُراغ رسانوں کو بے وقوف بتاتے ہوئے واپس چلے گئے۔

اِس موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا کہ یا رسُول اللہ! اگر کُفّار ذرا جھانک لیں تو پھر ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

غم مت کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

سُبحان اللہ! ہمارے آقا کا اپنے اللہ پر کِتنا بڑا اِیمان اور بھروسہ تھا۔ یہی وہ یقین ہے جو انسان کو ہر مَیدان میں کامیاب کرتا ہے۔

آپ تین دِن اس غار میں ٹھیرے۔ حضرت ابو بکرؓ کے خادِم عامر بن فُہَیرہ اِدھر اُدھر

بکریاں چراتے رہتے اور رات کو اُن کا دُودھ دے جاتے۔ اور آپؓ کے فرزند عبداللہ، کُفّار کی خبریں پہنچاتے رہتے۔

ربیع الاوّل ۱۴ نبوی، ۲۰ جون ۶۲۲ء کو عبداللہ بن اریقط کے ہمراہ جو بطور راہ نما اُجرت پر لِیا گیا تھا۔ اور اپنے خادِم عامر بن فہیرہ کو ساتھ لے کر حضرت ابو بکرؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف کُوچ کِیا۔

سُراقہ بن مالِک کا تعاقب

سُراقہ بن مالِک مکّہ کا ایک شاہسوار انعام کے لالچ میں آپ کے تعاقب میں نِکلا۔ جب وہ اِس چھوٹے سے قافلے کے نزدیک پہنچا تو اُس کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دَھنس گیا۔ اس نے فوراً اپنا تیر نِکال کر فال لی کہ مجھے آگے بڑھنا چاہیئے یا نہیں۔ فال نِکلی کہ نہیں۔ لیکن انعام کے لالچ نے پھر تعاقب پر آمادہ کِیا۔ گھوڑے کو ایڑ لگا کر قریب پہنچا تو پھر گھوڑے نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ پیٹ تک ریت میں دَھنس گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اَب ایسی کوشِش کرنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ آخر عاجزی سے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے امن کی تحریر دی جائے۔ جو آدمی آپ کے تعاقب میں آتا ہوا مجھے ملے گا اُسے واپس کر دُوں گا۔ چنانچہ آپ کے حُکم سے عامر بن فہیرہ نے اُسے امن کی تحریر لِکھ دی۔ جب وہ واپس لوٹنے لگا تو آپ نے فرمایا۔

> ''اَے سُراقہ! تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کِسریٰ (شاہِ ایران) کے کنگن ہوں گے۔''

حیرت سے سُراقہ کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں۔ مگر آخر وہی ہوا جو حضورؐ نے فرمایا تھا۔

اور وہ اِس طرح کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب اِیرانؔ فتح ہوا تو شاہِ کِسریٰ کے کنگن بھی مالِ غنیمت میں آئے۔تب حضرت عمرؓ نے اِس پیشگوئی کو ظاہری رنگ میں پُورا کرنے کے لئے وہ کنگن سُراقہ بن مالِک کو پہنا دیئے۔

اِختتامِ سفر

آخر یہ مُقدّس قافلہ منزل پر منزل مارتا ہوا آٹھ روز کا تیز سفر کر کے ۱۲/ربیع الاوّل، ۱۴ سنہ نبوی کو پیر کے روز مدینہ کے قریب پہنچ گیا۔آپ کے اِستقبال کے لئے اہلِ مدینہ دوڑے ہوئے آئے۔اور اُن کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ نعرۂ تکبیر سے سارا مدینہ گُونج رہا تھا۔چھوٹی چھوٹی انصاری لڑکیاں چھتوں پر چڑھ کر گیت گا رہی تھیں۔چھوٹے چھوٹے بچّے مدینہ کی گلیوں میں جُلوس نِکالے ہوئے کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے پیغمبر آرہے ہیں۔اور نوجوان ہتھیار سجائے اپنے آقا کی پیشوائی کی خوشی میں پُھولے نہ سماتے تھے۔

مسجد قبا کی بُنیاد

مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ٹیلہ پر ایک چھوٹی سی آبادی تھی جن میں زیادہ تر مسلمان آباد تھے۔وہاں آپ ۱۴ دِن ٹھہرے اور ایک چھوٹی سی مسجد کی بُنیاد ڈالی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہوئی۔اور جس کا ذکر قرآن مجید کے دسویں پارہ میں اس طرح پر ہے۔
لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى (وہ مسجد جس کی بُنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے)۔

مدینہ میں وُرود

قبا میں ۱۴ دِن رہنے کے بعد آپ نے شہر کا رُخ کِیا۔ جُمعہ کا دِن تھا۔ راستہ میں بنو سالم کے محلّہ میں جُمعہ کی نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے جُمعہ پڑھایا۔ نماز کے بعد آپ آگے بڑھے۔ شہر کے تمام معزّزین اِستقبال کے لئے دو رویہ کھڑے تھے۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ یا رسُول اللہ! ہمارے گھر۔ ہمارے مال۔ ہماری جانیں حاضر ہیں۔ حضورؐ شکریّہ ادا کرتے ہوئے آگے ہی آگے چلتے گئے۔

عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر یہ گیت گا رہی تھیں:۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

طلوع ہُوا چودھویں کا چاند ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

واجب ہے شکر کرنا ہم پر جب تک کہ دُعا مانگنے والا دُعا مانگے

بنو نجار کی لڑکیاں یہ گیت گا رہی تھیں:۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّنْ جَارٍ!

ہم نجّار خاندان کی لڑکیاں ہیں آہا! محمدؐ اب ہمارے پڑوسی ہوں گے

آپ نے فرمایا کہ میری اُونٹنی جہاں ٹھیر جائے گی وہیں میرا ٹھیرنا ہوگا۔ آپ کی اُونٹنی جب حضرت ابُو ایّوب انصاری کے گھر کے قریب پہونچی تو بیٹھ گئی۔ بس پھر کیا تھا حضرت ابوایّوب کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اپنے گھر میں حضورؐ کو اُتارا۔ سات ماہ تک آپ وہیں مُقیم رہے۔

دو۲ انصاری بچّوں کا نمونہ

جہاں آپ ٹھیرے تھے اس کے پاس ہی دو۲ یتیم بچّوں سہل اور سہیل کی ایک شکستہ سی حویلی تھی۔ آپ نے وہاں مسجد بنوانے کی تجویز کی۔ اُن بچّوں کو بُلا کر اُن سے سَودا کرنا چاہا۔ اُنہوں نے کہا یارسول اللہ! اس کا معاوضہ قیامت کو ہم اپنے اللہ سے لیں گے۔ آپ بڑی خوشی سے جو چاہیں اس پر بنوائیں۔ مگر آپ نے اصرار کر کے قریباً ۹۰ روپے دے کر وہ زمین خرید لی۔ وہاں حضورؐ کی ازواجِ مُطہّرات کے حُجرے اور مسجد نبوی تعمیر ہوئی۔

انصار و مہاجرین میں بھائی چارہ

جو لوگ مکّہ سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اُنہیں مہاجرین کہتے تھے۔ اور جنہوں نے مدینہ میں اپنے ان غریب بھائیوں کی مدد میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی اُن کو انصار کہتے تھے۔ حضورؐ نے اس کو زیادہ پختہ کرنے کے لئے ایک ایک مُہاجر اور ایک ایک انصاری کا آپس میں بھائی چارہ قائم کر دیا۔ پھر کیا تھا۔ انصار نے رہی سہی کسر بھی نِکال دی حتیٰ کہ بعض نے اپنے اموال اور اپنی زمینیں تک نِصفا نِصف کر کے اپنے مُہاجر بھائی کو دینی چاہیں۔ مگر مُہاجرین کی سیر چشمی نے اسے قبُول نہ کیا۔ وہ خُود تجارت میں مشغول ہو گئے۔ اور اِس طرح دُوسروں پر بوجھ بننے کی بجائے اپنے پَیروں پر کھڑے ہو گئے۔

یہُود سے مُعاہدہ

ہجرت کے پہلے سال (مُسلمانوں میں جِس سن کا رِواج ہؤا وہ ہجرت کے ہی واقعہ

سے ہؤا) آپ نے یہُود سے معاہدات کئے۔ یہُود کے تین خاندان اُس وقت مدینہ میں آباد تھے۔(۱)بنوقینقاع (۲)بنونضیر(۳)بنوقُریظہ۔

معاہدہ کی شرطیں یہ تھیں:۔

(۱)ایک دُوسرے کے مذہبی اُمور میں دخل نہ دیا جائے۔

(۲)دشمن کے مقابلہ میں سب ایک دُوسرے کی مدد کریں۔

(۳)مدینہ کے اندر آپس میں جھگڑا۔خُوں ریزی نہ ہو۔

(۴)تمام جھگڑوں کا آخری فیصلہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کریں۔

رمضان ۲ سنہ ہجری۔مارچ ۶۲۳ سنہ ءجنگِ بدر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کُفّار کے ایک قافلہ کو روکنے کے لئے ۳۱۳ صحابہ کو لے کر نکلے۔مگر بدؔر کی جانِب کُفّارِ مکّہ قریبًا ایک ہزار مُسلّح افراد کا ایک لشکر لے کر بدؔر کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔ جو مدینہ سے تین منزل پر ہے۔قافلہ تو نِکل گیا۔مُسلمانوں کا اِس لشکر سے مقابلہ ہؤا۔اور اِس لڑائی میں کُفّار کو شکست ہوئی۔اُن کے سات بڑے بڑے سردار جن میں ابُوجہل بھی شامِل تھا مارے گئے۔کُل ۷۰ آدمی قتل ہوئے اور ۷۰ گرفتار ہوئے۔ باقی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔

اِس جنگ میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے۔کُفّار کے قیدی بعد میں فِدیہ لے کر رہا کر دیئے گئے۔اِس جنگ میں شامل ہونے والے صحابہ کو خاص رُتبہ عطا ہؤا۔

اِس جنگ میں دو انصاری بچّوں نے ایک نہایت شاندار کارنامہ سرانجام دیا۔یعنی کُفّارِ مکّہ کے لیڈر اور سردار ابوجہل کو قتل کر دیا۔

شوال ۳ھ ہجری، ۲۳ فروری ۶۲۴ء حضرت عائشہؓ کا رخصتانہ اور بنو قینقاع کی جلاوطنی

شوال کے مہینہ میں حضرت عائشہؓ کا رخصتانہ ہوا۔ آپ کا یہ نِکاح دراصل اسلام کی تقویت کا بہت بڑا پیش خیمہ تھا۔ کیونکہ مذہبی جماعتیں طاقتور نہیں ہوسکتیں جب تک کہ اُن کی عورتیں دینی ضرورتوں اور مسائل سے واقِف نہ ہوں۔ حضرت عائشہؓ کے ذریعہ مُسلمان عورتوں میں دِین کا بڑا چرچا ہوا۔ اور بہت سے مسائل جو عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ آپ ہی کی معرفت معلوم ہوئے۔

اِس سال بنو قینقاع کو اُن کی بدعہدی کی وجہ سے جلاوطن کیا گیا جو مدینہ چھوڑ کر شام میں جا کر آباد ہو گئے۔

شوال ۳ھ مارچ ۶۲۴ء جنگِ اُحد

اگلے سال بدؔر کا بدلہ لینے کے لئے ابُو سُفیان تین ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے اُحد کے مقام پر جو مدینہ سے تین مِیل کے فاصلہ پر تھا پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بھی ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ سے نکلے جن میں سے راستہ میں تین سو مُنافِق واپس ہو گئے۔ اور آپ کے ہمراہ صرف ۷۰۰ آدمی رہ گئے۔ مقابلہ ہوا دُشمن کو شکست ہوئی۔ مگر پہاڑی درّہ کے مورچہ کو خالی پا کر جس پر پہلے مُسلمان سپاہی مقرّر رتھے۔ جو دشمن کی شکست کی خبر سُنتے ہی مالِ غنیمت جمع کرنے لگ

پڑے تھے۔ خالد بن ولید[۱] نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ جس سے مُسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ اور وہ دونو طرف سے گِھر گئے۔ اور پھر اچانک حملہ کی وجہ سے بکھر گئے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دے کر اُن کو جمع کر لیا۔ کُفّار نے حضورؐ کو اکیلا پا کر آپ پر حملہ کر دیا۔ مُسلمانوں نے ہر وہ تیر جو کُفّار آپؐ پر چلاتے تھے اپنے سینے پر لیا۔ اور تلوار کا ہر وار اپنے بازوؤں پر روکا۔ آخر اسی کشمکش میں آپ کے دو دانت شہید ہوئے۔ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ کُفّار نے یہ سمجھ کر کہ اب مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے۔ مکّہ کی راہ لی۔ ستّر مُسلمان شہید ہوئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے۔ حضرت حمزہؓ بھی اِسی لڑائی میں شہید ہوئے۔

صفر ۴ ھ مئی ۶۲۵ ء بئرِ معُونہ کا واقعہ

ایک شخص ابو براء نامی نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کی کہ میری قوم مُسلمان ہونا چاہتی ہے۔ آپ کُچھ مبلّغ میرے ساتھ کر دیں۔ آپ نے ۷۰ قاری اس کے ساتھ روانہ کئے۔ جِن کو دھوکہ دے کر بئرِ معُونہ کے مقام پر لے جا کر اُنہوں نے قتل کر دیا۔ اس واقعہ سے حضورؐ کو بہت صدمہ پہنچا۔

واقعہ رجیع

ایسا ہی رجیع مقام پر ۱۰ مُسلمان قاریوں کا کُفّار نے دھوکہ سے محاصرہ کر لیا۔ آٹھ تو وہیں شہید ہوئے۔ دو کو اہلِ مکّہ کے پاس بیچ دیا گیا جنہوں نے مقتولینِ بدر کے بدلے میں

---

[۱] اس وقت مُسلمان نہیں ہوئے تھے۔

انہیں شہید کر دیا۔

ربیع الاوّل ۴ سنہ ھ جون ۶۲۵ سنہ ء بنو نضیر کی جلاوطنی

اسی سال بنُونضیر نے عہد شکنی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کا منصوبہ کیا۔ علم ہونے پر اُن کا محاصرہ کیا گیا۔ آخر کار جلاوطنی پر راضی ہوئے۔ وہاں سے نِکل کر کُچھ خَیبر میں اور کُچھ شام میں جا کر آباد ہو گئے۔

شعبان ۵ سنہ ھ دسمبر ۶۲۶ سنہ ء غزوہ بنی مُصطلق

اس سال بنی مُصطلق کے متعلّق آپ کو معلوم ہوُا کہ وہ مُسلمانوں سے لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ نے لشکر کشی کی، چھ سو قیدی بنائے گئے جن میں جویریہ بِنت الحارث بھی تھیں۔ جنہیں حضورؐ نے اپنے عقد میں لے لیا۔ اور ان کی وجہ سے سارے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

شوال ۵ سنہ ھ فروری ۶۲۷ سنہ ء غزوہ اَحزاب

کُفّارِ مکّہ نے اپنی پے در پے ناکامیوں کو دیکھ کر عرب کے تمام قبائل کو جنگ پر آمادہ کیا۔ اور دس ہزار سے پندرہ ہزار کا لشکرِ جرّار لے کر مدینہ پر دھاوا بول دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے مدینہ کے اِردگرد خَندق کُھد وادی۔ کُفّار نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ مُسلمانوں نے بھی جگہ بہ جگہ چَوکیاں قائم کر رکھی تھیں۔ جن کی شب و روز پُوری تندہی سے حفاظت کی جاتی تھی۔ قریباً ۲۵ دن محاصرہ رہا۔

ایک رات ایسی تیز اور سَر د ہَوا چلی کہ جس سے کفّار کے خیمے اُکھڑ گئے اور اُن کی آگیں بُجھ گئیں ۔ اور اتنا بڑا منظّم لشکر اس ہَوا کو اپنے حق میں بد فال سمجھتا ہُوا نہایت افراتفری میں بھاگ نِکلا ۔ اور اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو اُس بہت بڑی مُصیبت سے بغیر جنگ کے نجات عطا فرما دی۔

ذوالقعدہ ۵؁ھ مارچ واپریل ۶۲۷ء بنوقریظہ کو اُن کی غدّاری کی سزا

اِسی دَوران میں جب کہ خونخوار کفّار چاروں طرف سے مُسلمانوں کو گھیرے پڑے تھے بنُوقریظہ نے عہدِ شِکنی کر کے مُسلمانوں کو مدینہ میں پریشان کرنا شُروع کر دیا۔ جس قلعہ میں مُسلمان عورتوں اور بچّوں کو حفاظت کی غرض سے رکھا گیا تھا اُن بدمعاشوں نے اس قلعہ پر حملہ کرنے کی تجویز کی۔ پہلے اُنہوں نے اپنا ایک جاسوس حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ جب اُسے مُسلمان عورتوں نے اپنی طرف آتے دیکھا تو صفیّہ بنت عبدالمطّلب نے جو حضورؐ کی پھوپھی تھیں ایک موٹا سا ڈنڈا لے کر اس کے سر پر مارا اس چوٹ سے ہی وہ جہنّم رسِید ہوا۔ اُنہوں نے اس کا سر کاٹ کر قلعہ کی دیوار کے نیچے گرادیا ۔حملہ آور یہود یہ دیکھ کر سخت گھبرائے ۔ اور اُنہوں نے سمجھا کہ قلعہ میں بھی کوئی لشکر موجُود ہے۔اس لئے واپس پھِر گئے۔

جنگِ اَحزاب سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہود کو اُن کی عہدِ شِکنی کی سزا دینے کے لئے اُن کا محاصرہ کیا۔انہوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کے

فیصلہ پر رضامندی ظاہر کی۔ جنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جنگ کے قابل بالغ مرد قتل کئے جائیں[۱] اور ان کی عورتیں اور بچّے قید کئے جائیں۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق اُن کے ۳۰۰ بالغ مرد قتل کئے گئے۔ اور عورتیں اور بچّے قید کر لئے گئے۔ اِس طرح مدینہ میں آئے دِن کے یہودی فِتنہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

ذوالقعدہ ۶ ھ مارچ ۶۲۸ء صُلح حُدَیْبِیّہ

اس سال اللہ تعالیٰ نے حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رؤیاء دِکھائی کہ آپؐ صحابہؓ کے ہمراہ بَیْتُ اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ اس رؤیاء کو پُورا کرنے کی نِیّت سے ۱۴۔۱۵ سو صحابہؓ کی جمعِیّت لے کر عُمرہ کرنے کے اِرادہ سے نِکلے۔ مگر قریشِ مکّہ نے بمقام حُدَیْبِیّہ (مکّہ کے قریب) روک دیا۔ آخر آپس میں صُلح نامہ ہوُا۔ جس کی اہم شرطیں مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) مُسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

(۲) اگلے سال بغیر ہتھیاروں کے آئیں۔

(۳) جو شخص مکّہ سے مُسلمان ہو کر مدینہ جائے اُسے واپس کر دیا جائے گا۔

(۴) جو مُسلمان مدینہ سے مُرتد ہو کر مکّہ آجائے۔ اُسے واپس نہ کیا جائے گا۔

اِس صُلح کو اللہ تعالیٰ نے فتحِ مُبین کا نام دیا۔ کیونکہ اِس سے تبلیغ کے لئے بہت راستہ کھُل گیا۔

---

[۱] حضرت سعدؓ کا یہ فیصلہ تورات، استثناء باب ۲۰ آیت ۱۰ تا ۱۵ اور گنتی باب ۳۱ ۷/۱۲ کے بالکل مطابق تھا۔

محرم ۷ھ اگست ۶۲۹ء غزوۂ خَیبر

خَیبر جو مدینہ سے قریباً دوسو میل کے فاصلہ پر تھا۔ جس میں قریباً تمام یہودی آباد تھے۔ جو مُسلمانوں کے عُروج کی خبریں سُن سُن کر جلتے رہتے۔ آخر اُنہوں نے قبیلہ غطفان سے سازش کر کے مسلمانوں پر حملہ کی ٹھان لی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر کا یقین ہوگیا تو آپ نے قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کے ساتھ اُن پر چڑھائی کی۔ یہود قلعہ بند ہوگئے۔ آخر حضرت علیؓ کی جواں مردی سے قلعہ کا دروازہ توڑا گیا۔ یہود نے اطاعت قبول کر لی۔ اور خَیبر کی زمین نِصف بٹائی پر لے کر وہیں آباد رہے۔

جمادی الاولیٰ ۸ھ ستمبر ۶۲۹ء غَزوۂ مَوتہ

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان ایّام میں بادشاہوں اور رئیسوں کو کثرت سے تبلیغی خطوط روانہ کئے۔ ایک خط شرحبیل بن عمرو بُصری کے پاس جو حدودِ شام کے قریب تھا حارث بن عُمَیر کے ہاتھ روانہ کیا۔ اُس بد بخت نے قاصِد کو قتل کر دیا۔ جو بَیْنُ الاقوامی قوانین کی رُو سے بہت بڑا جُرم تھا۔ آپ نے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہؓ (اپنے آزاد کردہ غُلام) کی کمان میں روانہ کیا۔ مَوتہ کے مقام پر جنگ ہوئی۔ زیدؓ شہید ہوگئے۔ اُن کے بعد حضرت جعفرؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ افسر بھی شہید ہوئے۔ پھر حضرت خالدؓ نے کمان سنبھال لی۔ اور نہایت ہوشیاری سے اپنی فوج کو دُشمن کے پنجہ سے بچا کر واپس لے آئے۔ اس واقعہ کی اطّلاع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بذریعہ وحی دے دی۔

فتح مکّہ رمضان ۸ھ جنوری ۶۳۰ء

قریش نے عہد شکنی کی اور اہلِ اسلام کے حلیف خُزاعہ کے خلاف اپنے حلیف بنُو بکر کی مدد کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو پتہ چلا تو آپ نے خزاعہ کے نقصان کا معاوضہ طلب کیا۔ قریش نے انکار کیا اور کہا معاہدہ ختم۔

آخر حضرت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دس ہزار صحابہؓ کو لے کر مکّہ پر چڑھائی کی۔ اور اس خیال سے کہ مکّہ میں خُون خرابہ نہ ہو چُپکے چپکے منزلوں پر منزلیں مارتے ہوئے مکّہ جا پہنچے۔ آپ کی اِس غیر متوقع آمد پر مکّہ والے ہکّا بکّا رہ گئے۔ دربارِ عام ہوُا۔ کفّار کے سامنے اُن کے سابقہ مظالم بیان کئے گئے۔ اور اُن کی درخواستِ معافی پر معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ اور حضورؐ نے فرمایا:۔

اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ . لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ .

جاؤ تم آزاد ہو آج کے دن تمہیں کوئی ملامت نہیں ہوگی

اللہ اکبر! ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے کیسے اعلیٰ اخلاق تھے۔ جو لوگ اِس قدر خون کے پیاسے تھے کہ ہر وقت نقصان پہنچانے اور ایذا دینے میں لگے رہتے تھے۔ جب قابو میں آئے تو اُنہیں یکدم معاف فرما دیا۔

اس موقعہ پر کعبۃُ اللہ کو بُتوں سے پاک کیا گیا اور ایک دِن میں ۳۶۰ بُت توڑ دئے گئے۔ اور اِس طرح خدا کی ظاہری بادشاہت بھی آپ کے ذریعہ قائم ہوئی۔

☆☆☆☆☆

شوال ۸ھ جنوری وفروری ۶۳۰ء غزوۂ حُنَین

فتحِ مکّہ کے بعد حضورؐ کو پتہ چلا کہ حُنین کے مقام پر جو مکّہ سے تھوڑے فاصلہ پر تھا ہوازن قبیلہ کے لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ حضورؐ بارہ ہزار کا لشکر لے کر جن میں دو ہزار کے قریب نومسلم بھی تھے اور جو نئے نئے جوش کی وجہ سے سب سے آگے تھے نکلے۔ آخر دونو گروہوں کا مقابلہ ہوُا۔ ہوازن کے مشّاق تیر اندازوں نے تیروں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ ان نومسلموں میں بھاگڑ سی مچ گئی۔ اور ان کی وجہ سے دُوسرے حصّۂ لشکر میں بھی بھاگڑ پڑ گئی صحابہ کرامؓ اپنی سواریوں کو پیچھے موڑتے تھے۔ مگر وہ آگے بھاگتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سوائے حضرت عبّاسؓ کے اکیلے رہ گئے۔ آخر حضرت عبّاسؓ کے آواز دینے پر صحابہ کرامؓ واپس مُڑے۔ اور ایک ایسا زور کا حملہ کیا کہ لشکرِ ہوازن کے چھکّے چُھوٹ گئے۔ ۶ ہزار قیدی بنائے گئے جو بعد میں بطور احسان چھوڑ دئے گئے۔

رجب ۹ھ ۶۳۰ء غزوۂ تبوک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو معلُوم ہوُا کہ شام کی سرحد پر عیسائیوں کا ایک بہت بڑا لشکر حملہ کی تیاری میں مصروف ہے۔ تین ہزار فوج لے کر آپ رجب کے مہینے میں جنگ کے لئے نکلے۔ مگر وہاں دُشمن نہ ملا۔ وہاں کے رؤساء سے معاہدات کر کے آپ واپس تشریف لائے۔

اِس جنگ میں سب مسلمانوں کے لئے شامل ہونا آپ نے ضروری قرار دیا تھا۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے اکثر تو ان میں سے مُنافِقین تھے جو بہانے بنا کر بچ گئے۔ مگر تین

شخصوں کعب بن مالِک، ہلال بن اُمیّہ اور مُرارہ بن ربیع نے جو مخلص مومن تھے اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ قریباً ۵۰ روز تک اُن کا بائیکاٹ رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کا اِعلان فرمایا۔

ذوالحجّہ سنہ ۹ ھ مارچ سنہ ۶۳۱ء مسلمانوں کا حج اور ایک ضروری اِعلان

اِس سال مُسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کی سرکردگی میں حج کعبہ کیا۔ سورۂ برأت کی ابتدائی آیات حضرت علیؓ کو دے کر آپ نے روانہ کیا۔ جو حج کے موقعہ پر مشرکینِ عرب کو پڑھ کر سُنائی گئیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا گیا:۔

''آئیندہ کوئی مشرک خانہ کعبہ کا حج نہ کرے۔ نہ کوئی شخص ننگا ہو کر طواف کرے۔''

چنانچہ اِس اعلان کے بعد قریباً سارا عرب مُسلمان ہوگیا۔ کوئی مشرک باقی نہ رہا۔ لوگ جوق در جوق اِسلام میں داخل ہونے شُروع ہوئے۔ اور **یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا** کا نوشتہ پُورا ہوا۔

ذوالحجّہ سنہ ۱۰ ھ مارچ سنہ ۶۳۲ء حجّۃُ الوَداع

ہجرت کے دسویں سال سردارِ دو جہان حضرت رسُولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم حج کے ارادے سے مکّہ مُعظّمہ پہونچے۔ اس موقعہ پر ایک لاکھ ۲۴ ہزار فرزندانِ توحید جمع تھے۔ جَبلِ عرفات پر آپ نے الوداعی خُطبہ پڑھا جس میں آپؐ نے بہت سے اصلاحی اُمور کا ذکر کیا اور ایک خاص وصِیّت یہ بھی فرمائی:۔

''جس طرح یہ عزّت والا مہینہ ہے اور یہ عزّت والا شہر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے مُسلمان بھائی کی عِزّت اور اس کا مال اور اس کی جان حرام کی ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ ہر مُسلمان کی عزّت، مال اور جان کی حفاظت کرو۔ اور میری یہ بات ہر شخص جو حاضر ہے غیر موجود شخص کو پہنچادے۔''

اِس موقعہ پر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ
آج کے دِن میں نے مکمل کردیا تمہارا دین اور پُوری کردی مَیں نے تم پر اپنی نعمت اور

رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط
پسند کیا مَیں نے تمہارے واسطے اسلام کو بطور مذہب کے۔

۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ جون ۶۳۲ء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وِصال

ماہِ صفر کے آخری ایّام میں حضورؐ تپِ مُحرقہ سے بیمار ہُوئے۔ آخر بروز پیر ۱۰۔۱۲ دِن بیمار رہنے کے بعد حضورؐ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کا وِرد کرتے ہوئے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

جِس طرح آپ کا نام محمّدؐ ہے۔ ویسے ہی آپ کے کام بھی محمّدؐ یعنی تعریف کے قابل ہیں۔ جو مقصد آپ لے کر آئے تھے باوجود مخالفتوں کے تیز تُند طوفانوں کے اور مصائب و مشکلات کی آندھیوں کے آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ اور سب دُشمنوں پر فتح نُمایاں حاصِل کی۔ اور ساری دُنیا کے لئے آپ کا وجودِ مبارک رحمت اور

برکت کا مُوجب ثابت ہوا۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَامُ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ

عَلٰٓی اِبْرَا ھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

☆☆☆☆☆

سوالات:۔

(۱) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پُورا نام اور آپؐ کے والدین کا نام بتاؤ۔

(۲) آپ کی قبل از نبوّت ۴۰ سالہ زندگی کے واقعات بتاؤ۔

(۳) آپ کی بعد از نبوّت ۲۳ سالہ زندگی کے واقعات بتاؤ۔

(۴) آپ پر سب سے پہلی وحی کونسی اور کس حالت میں نازل ہوئی؟

(۵) آپ کی زندگی کے چار ایسے واقعات بتاؤ جو تمہیں سب سے زیادہ پسند ہوں۔

پانچواں باب

نمازمُترجم بطرزِ جدید

قرآن مجید میں نماز کے لئے لفظ صَلوٰۃ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنے عربی میں خُدا کی نِسبت سے رحمت نازل کرنے کے ہیں اور بندے کی نِسبت سے خُدا کے حضور اس کی نِعمتوں کا شکریّہ ادا کرنے اور اس سے اپنی حاجات اور ضروریات طلب کرنے کے لئے اُس کی عبادت بجالانے کے ہیں۔ نماز کے مندرجہ ذیل ارکان اور شرائط ہیں۔ جن کے ادا کرنے سے نماز مکمّل ہوتی ہے۔

شرائط نماز

١۔ بدن کا پاک ہونا۔

٢۔ کپڑوں کا پاک ہونا۔

٣۔ باوضو ہونا۔

٤۔ جگہ کا پاک وصاف ہونا

٥۔ قبلہ کی طرف مُنہ کرنا

٦۔ کلماتِ نماز کے معنے معلوم ہونا

٧۔ نماز میں دِل کا حاضر ہونا۔

٨۔ ستر گاہ کا ڈھانپنا۔

ارکانِ نماز

١۔ تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنا۔

٢۔ قِیام (کھڑے ہونا۔ اگر معذوری ہو تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے)

(٣) سُورۃ فاتحہ پڑھنا

(٤) رُکوع۔

(٥) سجدہ

(٦) قعدہ (التّحیات پڑھنے کے لئے بیٹھنا)

(٧) قصدً انماز ختم کرنا

نماز باترجمہ

بطرزِ جدید

نیتِ نماز

اِنّیْ	وَجَّهْتُ	وَجْهِ	یَ	لِ	الَّذِیْ	فَطَرَ	السَّمٰوٰتِ	وَ
میں نے	متوجّہ کیا	مُنہ	اپنا	لئے	(اس) جس نے	پیدا کیا	آسمانوں	اور

میں نے متوجّہ کیا اپنا مُنہ اس کے لئے جِس نے پیدا کیا آسمانوں اور

الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ **(پھر الله اکبر کہےاور ثناء پڑھے)**

الْاَرْضَ	حَنِیْفًا	وَّ	مَآ	اَنَا	مِنَ	الْمُشْرِکِیْنَ
زمین کو	خالص ہوکر	اور	نہیں	میں	سے	مشرکوں

اللہ	سب سے بڑا (اللہ ہی سب سے بڑا ہے)

زمین کو خالص ہوکر اور نہیں میں مشرکوں سے

ثناء

سُبْحٰنَ	کَ	اَللّٰهُمَّ	وَ	بِ	حَمْدِ	کَ	وَ	تَبَارَکَ
پاک	تُو	اے (میرے) اللہ	اور	ساتھ	تعریف	اپنی	اور	برکت والا

پاک ہے تُو اے (میرے) اللہ اور اپنی تعریف کے ساتھ ہے اور برکت والا ہے

اسْمُ	كَ	وَ	تَعَالٰى	جَدُّ	كَ	وَ	لَآ	اِلٰهَ	غَيْرُ	كَ
نام	تیرا	اور	بلند ہے	شان	تیری	اور	نہیں	کوئی معبود	سوائے	تیرے

تیرا نام اور بلند ہے تیری شان اور نہیں کوئی معبود تیرے سوا

تعوّذ[1] (پناہ مانگنا)

اَعُوْذُ	بِ	اللّٰهِ	مِنَ	الشَّيْطٰنِ	الرَّجِيْمِ
میں پناہ مانگتا ہوں	کی	اللہ	سے	شیطان	مردُود

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے

تسمِیّہ

بِ	اسْمِ	اللّٰهِ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ
ساتھ	نام	اللہ	بے حد رحم کرنے والا	بار بار رحم کرنے والا

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو بے حد رحم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے

پھر اس کے بعد سُورۃ فاتحہ پڑھے

سُورۃ فاتحہ

اَلْحَمْدُ	لِ	اللّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ
تمام تعریفیں	لئے	اللہ	رب	سب جہانوں	بے حد رحم کرنے والا	بار بار رحم کرنے والا

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے سب جہانوں کا بے حد رحم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے

---

[1] ثناء اور تعوّذ صرف پہلی رکعت میں پڑھتے ہیں۔

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o

مالک	دن	جزاوسزا	خاص تیری	ہم عبادت کرتے ہیں	اور	خاص تجھ	ہم مدد مانگتے ہیں

مالک ہے جزاوسزا کے دِن کا تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی ہم مدد مانگتے ہیں

اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْ هِمْ

چلا	ہمیں	راستہ	سِیدھا	راستہ	اُن	انعام کِیا تونے	پر	جن

چلا ہمیں سِیدھے راستے پر راستہ اُن کا کہ انعام کِیا تونے جن پر

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْ هِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ o اٰمِیْنَ

سوائے	غضب کیا گیا	پر	جن	اور	نہ	گُمراہ لوگوں (کی)	قبول فرما

سوائے ان کے کہ غضب کیا گیا جن پر اور نہ گمراہوں کی۔ قبول فرما

اس کے بعد قرآن کریم کی کوئی سُورۃ مثلاً سُورۃ العصر پڑھیں۔

سُورۃ العصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساتھ	نام	اللہ	رحمٰن	رحیم

پڑھتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

وَ الْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَ فِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ

قسم	زمانہ	یقیناً	انسان	البتہ	میں	گھاٹے	مگر	جو	ایمان لائے	اور

قسم ہے زمانہ کی یقیناً انسان البتہ گھاٹے میں ہے۔ مگروہ جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِ الْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِ الصَّبْرِ ؈

عمل کئے	اچھے	اور	نصیحت کی ایکدوسرے کو	کی	سچائی	اور	نصیحت کرتے ہیں ایکدوسرے کو	ساتھ	صبر

عمل کئے اچھے اور نصیحت کرتے ہیں ایک دوسرے کو سچّائی کی اور نصیحت کرتے ہیں ایک دوسرے کو صبر کی۔

سُورۃ اِخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ؈ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ؈ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ؈

کہہ	وہ	اللہ	ایک	اللہ	بے نیاز	نہیں	اس نے جنا	اور	نہیں	وہ جنا گیا

کہدے اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہیں اس نے جنا اور نہ وہ جنا گیا

وَ لَمْ يَكُنْ لَّ هٗ كُفُوًا اَحَدٌ ؈

اور	نہیں	ہے	واسطے	اُس	برابری والا	کوئی

اور نہیں ہے اس کا کوئی برابری کرنے والا۔

اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے۔

رُکوع میں پڑھے

سُبْحَانَ رَبِّ يَ الْعَظِيْمِ (تین بار)

پاک ہے	رب	میرا	بزرگی والا

پاک ہے میرا رب جو بڑی بزرگی والا ہے

قَومہ (رکوع سے کھڑا ہو کر پڑھے)

سَمِعَ	اللّٰهُ	لِ	مَنْ	حَمِدَ	هٗ	رَبَّ	نَا	لَ	كَ	الْحَمْدُ
سُن لی	اللہ	کی	جس	تعریف کی	اُس	اے رب	ہمارے	لئے	تیرے	تمام تعریف

سُن لی اللہ نے اُس کی جس نے اس کی تعریف کی۔ اَے ہمارے رب تیرے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں

حَمْدًا	كَثِيْرًا	طَيِّبًا	مُّبٰرَكًا	فِيْ	هِ
تعریف	بہت	پاکیزہ	برکت والی	میں	جس

بہت تعریفیں پاکیزہ اور برکت ہے جِس میں

اِس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے۔

سجدہ میں پڑھے

سُبْحَانَ رَبِّ يَ الْاَعْلٰى (تین بار)

سُبْحَانَ	رَبِّ	يَ	الْاَعْلٰى
پاک ہے	رب	میرا	بلند شان والا ہے

پاک ہے میرا رب جو بلند مرتبہ والا ہے۔

جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھ کر پڑھے)

اَللّٰهُمَّ	اغْفِرْ	لِ	يْ	وَ	ارْحَمْ	نِـيْ	وَ	اهْدِ	نِـيْ
اَے اللہ	بخش دے	واسطے	میرے	اور	رحم کر	مجھ	اور	ہدایت دے	مجھے

اَے اللہ بخش دے مجھ کو اور رحم کر مجھ پر اور ہدایت دے مجھے

وَ عَافِ نِـيْ وَ ارْفَعْ نِـيْ وَ اجْبُرْ نِـيْ وَ ارْزُقْ نِـيْ

اور	تندرستی دے	مجھے	اور	بلندمرتبہ کر	میرا	اور	اصلاح کر	میری	اور	رزق دے	مجھے

اورعافیت دے مجھے اور بلندمرتبہ کرمیرا۔ اورمیری اصلاح کر اور رزق دے مجھے

پھر دُوسرا سجدہ بھی پہلے کی طرح کرے۔اور باقی رکعتیں بھی پہلی رکعت کی طرح پڑھے۔

تشہّد

اَلتَّحِيَّاتُ لِ اللّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ

سب(زبانی) تحفے	لئے	اللہ	اور	نمازیں(بدنی عبادتیں)	اور	پاکیزہ اعمال (مالی عبادتیں)	سلامتی ہو

سب قسم کے تحفے اللہ کے لئے ہیں۔ اورنمازیں اور پاکیزہ اعمال۔ سلامتی ہو

عَلَيْ كَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُ هٗ اَلسَّلامُ عَلَيْ نَا

پر	تجھ	اَے	نبیؐ	اور	رحمت	اللہ	اور	برکتیں	اُس	سلامتی ہو	پر	ہم

تجھ پر اَے نبیؐ اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اُس کی۔ سلامتی ہو ہم پر

وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اور	پر	بندے	اللہ	نیک	میں گواہی دیتاہوں	کہ	نہیں	کوئی معبُود	مگر	اللہ

اوراللہ کے نیک بندوں پر۔ مَیں گواہی دیتاہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ هٗ وَ رَسُوْلُ هٗ

اور	میں گواہی دیتاہوں	یہ کہ	محمدؐ	بندے	اُس	اور	رسول	اُس

اورمَیں گواہی دیتاہُوں یہ کہ محمّدؐ اُس کے بندے اوراُس کے رسُولؐ ہیں

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی

اَے اللہ	رحمت بھیج	پر	محمدؐ	اور	پر	آل	محمدؐ	جیسے	رحمت کی تُو نے	پر

اے اللہ رحمت بھیج محمدؐ پر اور آلِ محمدؐ پر جیسے رحمت کی تُو نے

اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّ کَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ابراہیمؑ	اور	پر	آل	ابراہیمؑ	یقیناً	تُو	تعریف والا	بزرگی والا

ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر یقیناً تُو ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی

اے اللہ	برکت بھیج	پر	محمدؐ	اور	پر	آل	محمدؐ	جیسا کہ	برکت بھیجی تُو نے	پر

اے اللہ برکت بھیج محمدؐ پر اور آلِ محمدؐ پر جیسے برکت بھیجی تُو نے

اِبْرٰھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّ کَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ابراہیمؑ	اور	پر	آل	ابراہیمؑ	یقیناً	تُو	تعریف والا	بزرگی والا

ابراہیمؑ پر اور آلِ ابراہیمؑ پر یقیناً تُو ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے

دُرود کے بعد کی دُعائیں

رَبَّ نَآ اٰتِ نَا فِیْ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

اَے رب	ہمارے	دے	ہمیں	میں	دُنیا	بھلائی	اور	میں	آخرت	بھلائی

اے ہمارے رب دے ہمیں دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی

وَّ قِ نَا عَذَابَ النَّارِ رَبِّ اجْعَلْ نِـيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ

اور	بچا	ہمیں	عذاب	آگ	اے رب	بنا	مجھے	قائم کرنے والا	نماز	اور

اور بچا ہمیں آگ کے عذاب سے۔ اے میرے رب بنا مجھے قائم کرنے والا نماز کا اور

مِنْ ذُرِّيَّةِ يْ رَبَّ نَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّ نَا اغْفِرْ

سے	اولاد	میری	اے رب	ہمارے	اور	قبول فرما	دُعا میری	اے رب	ہمارے	بخش دے

میری اولاد کو بھی اے ہمارے رب قبول فرما میری دُعا اے ہمارے رب بخش دے

لِ يْ وَ لِ وَالِدَيْ يَ وَ لِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ.

کو	مجھ	اور	کو	ماں باپ	میرے	اور	واسطے	سب مومنوں	دِن	قائم ہوگا	حساب

مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دِن کہ قائم ہوگا حساب۔

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِ يْ ظُلْمًا كَثِيْرًا فَ اغْفِرْ لِ يْ

اے رب	یقیناً میں	ظُلم کیا	جان	اپنی	ظُلم	بہت	پس	بخش دے	واسطے	میرے

اے میرے رب یقیناً میں نے ظُلم کئے اپنی جان پر بہت ظُلم پس بخش دے مجھ کو

ذُنُوْبِ يْ فَ اِنَّ هٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ وَ ارْحَمْ نِـيْ

گناہ	میرے	پس	یقیناً	نہیں	بخشتا	گناہوں	مگر	تُو	اور	رحم کر	مجھ پر

میرے گناہ پس یقیناً نہیں کوئی بخشتا گناہوں کو مگر تُو ہی اور رحم کر مجھ پر

اِنَّ كَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ . اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ

یقیناً	تُو	ہی	بخشنے والا	مہربان	اے اللہ	یقیناً میں	پناہ مانگتا ہوں

یقیناً تُو ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اے اللہ یقیناً میں پناہ مانگتا ہوں

بِ كَ مِنَ الْهَمِّ وَ الْحُزْنِ وَ الْعَجْزِ وَ الْكَسْلِ وَ الْجُبْنِ وَ

تیری	سے	غم	اور	رنج	اور	بےسروسامانی	اور	سُستی	اور	بُزدِلی	اور

تیری غم اور رنج سے اور بےسروسامانی اور سُستی اور بُزدِلی اور

الْبُخْلِ وَ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ. اَللّٰهُمَّ اكْفِ نِـ ي بِ حَلَالِ كَ

کنجوسی	اور	غلبہ	قرض	اور	سختی	آدمیوں	اےاللہ	بچا	مجھے	ساتھ	حلال	اپنے

کنجوسی اور قرض کے غلبہ سے اور آدمیوں کی سختی سے۔ اےاللہ بچا مجھے اپنے حلال کے ساتھ

عَنْ حَرَامِ كَ وَ اَغْنِ نِـ يْ بِ فَضْلِ كَ عَنْ مَّنْ سِوٰى كَ

سے	حرام	اپنے	اور	بےپرواکردے	مجھے	ساتھ	فضل	اپنے	سے	جو	سوائے	تیرے

اپنے حرام سے اور بےپرواکردے مجھے اپنے فضل سے اس سے جو تیرے سوا

فرض نماز کے بعد کی دُعائیں

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْ كَ السَّلَامُ وَ اِلَيْ كَ يَرْجِعُ السَّلَامُ

اےاللہ	تُو	سلام	اور	سے	تجھ	سلامتی	اور	طرف	تیری	لَوٹتی ہے	سلامتی

اےاللہ تُو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف لَوٹتی ہے سلامتی

تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ

برکت والا ہے تُو	اور	بلند ہے تیری شان	اے	والے	شوکت	اور	بزرگی

برکت والا ہے تُو اور بلند شان ہے تیری اے جلال والے اور اِکرام والے

تَسْبِیح

سُبْحٰنَ اللّٰہِ۔ ۳۳بار اَلْحَمْدُ لِ اللّٰہِ۔ ۳۳بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ۳۴بار

پاک	اللہ		سب تعریفیں	لئے	اللہ		اللہ	سب سے بڑا	

پاک ہے اللہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اللہ ہی سب سے بڑا ہے

آیۃُ الْکُرْسی

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَأْخُذُ ہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ

اللہ	نہیں	معبود	مگر	وہ	زندہ	قائم رکھنے والا	نہیں	آتی	اُس	اُونگھ	اور	نہ	نیند

اللہ ہی ہے کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی جو زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔ نہیں آتی اس کو اُونگھ اور نہ نیند

لَ ہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا ۔ الَّذِیْ یَشْفَعُ

واسطے	اس	جو	میں	آسمانوں	اور	جو	میں	زمین	کون	ہے	جو	سفارش کرے

اُسی کا ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے۔ کون ہے جو سفارش کرے

عِنْدَ ہٗ اِلَّا بِ اِذْنِ ہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْ ھِمْ وَ مَا خَلْفَ ھُمْ

پاس	اُس	مگر	ساتھ	اجازت	اُس	جانتا ہے	جو	سامنے	اُن	اور	جو	پیچھے	اُن

اس کے پاس سوائے اس کی اجازت کے وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے۔ اور جو اُن کے پیچھے ہے

وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِ شَیْءٍ مِنْ عِلْمِ ہٖٓ اِلَّا بِ مَا شَآءَ وَسِعَ

اور	نہیں	وہ احاطہ کرسکتے	کا	چیز	سے	عِلم	اُس	مگر	جو	وہ چاہے	گھیر لیا ہے

اور نہیں وہ احاطہ کرسکتے کچھ بھی اس کے عِلم سے مگر جو وہ چاہے گھیر لیا ہے

کُرْسِیُّ ہُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَا یَئُوْدُ ہٗ حِفْظُ ھُمَا

حکومت	اُس	آسمانوں	اور	زمین	اور	نہیں	تھکاتی	اُس	حفاظت	ان دونو

اُس کی حکومت نے آسمانوں اور زمین کو اور نہیں تھکاتی اُس کو حفاظت ان دونو کی

وَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

اور	وہ	بلند مرتبہ	عظمت والا

اور وہ ہی بلند مرتبہ اور عظمت والا ہے

دُعاءِ قُنُوت

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُ کَ وَ نَسْتَغْفِرُ کَ وَ نُؤْمِنُ بِ کَ

اے اللہ	یقیناً ہم	مدد مانگتے ہیں	تیری	اور	بخشش مانگتے ہیں	تیری	اور	ایمان لاتے ہیں	پر	تجھ

اے اللہ یقیناً ہم تیری مدد مانگتے ہیں اور ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں تجھ پر

وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْ کَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْ۔کَ وَ نَشْکُرُ کَ

اور	ہم بھروسہ کرتے ہیں	پر	تجھ	اور	ہم تعریف کرتے ہیں	تیری	اور	ہم شکر کرتے ہیں	تیرا

اور ہم تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور ہم شکر کرتے ہیں تیرا

وَ لَا نَکْفُرُ کَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ

اور	نہیں	ناشکری کرتے ہیں	تیری	اور	ہم الگ ہوتے ہیں	اور	ہم چھوڑتے ہیں	جو

اور نہیں ہم ناشکری کرتے تیری اور ہم الگ ہوتے ہیں اور ہم چھوڑتے ہیں اُسکو جو

یَّفْجُرُ کَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ لَ كَ نُصَلِّيْ وَ

نافرمانی کرے	تیری	اے اللہ	تیری ہی	ہم عبادت کرتے ہیں	اور	لئے	تیرے	ہم نماز پڑھتے ہیں	اور

نافرمانی کرے تیری اے اللہ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تیرے لئے ہم نماز پڑھتے ہیں

نَسْجُدُ وَ اِلَيْ كَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْا

ہم سجدہ کرتے ہیں	اور	طرف	تیری	ہم دَوڑتے ہیں	اور	ہم حاضر ہوتے ہیں	اور	ہم اُمید رکھتے ہیں

اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری طرف ہم دَوڑتے ہیں اور ہم خادمانہ حالت میں حاضر ہیں اور ہم اُمید رکھتے ہیں

رَحْمَتَ كَ وَ نَخْشٰى عَذَابَ كَ اِنَّ عَذَابَ كَ بِ الْكُفَّارِ مُلْحِقٌ

رحمت	تیری	اور	ہم ڈرتے ہیں	عذاب	تیرے	یقیناً	عذاب	تیرا	ساتھ	کُفّار	لگ جانے والا

تیری رحمت کی اور ہم ڈرتے ہیں تیرے عذاب سے یقیناً تیرا عذاب کُفّار کو لگ جانے والا ہے

دوسری دعا قنُوت

اَللّٰهُمَّ اهْدِ نِـيْ فِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَ عَافِ نِـيْ فِيْ مَنْ

اے اللہ	ہدایت دے	مجھے	میں	اُس	ہدایت دی تُو نے	اور	عافیت دے	مجھے	میں	اس

اے اللہ ہدایت دے مجھے اس کے ساتھ کہ ہدایت دی تُو نے اور عافیت دے مجھے اس کے ساتھ جسے

عَافَيْتَ وَ تَوَلَّ نِـيْ فِيْ مَنْ تَوَلَّيْتَ وَ بَارِكْ

عافیت دی تُو نے	اور	دوست ہو	میرا	میں	اُس دوست بنایا تُو نے	اور	برکت دے

عافیت دی تُو نے۔ اور دوست رکھ مجھے اس کے ساتھ جسے تُو نے دوست بنایا اور برکت دے

لِ يْ فِيْ مَآ اَعْطَيْتَ وَ قِ نِـيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ

کو	مجھ	میں	جو	دی تُو نے	اور	بچا	مجھے	بُرے نتیجہ	جو	فیصلہ کیا تُو نے

مجھ کو اس میں جو دیا تُو نے مجھ کو۔ اور بچا مجھے بُرے نتیجہ سے جو فیصلہ کیا تُو نے

فَ اِنَّ كَ تَقْضِيْ وَ لَا يُقْضٰى عَلَيْ كَ اِنَّ هٗ لَا يَذِلُّ

پس	یقیناً	تُو	حکم کرتا ہے	اور	نہیں	حکم کیا جاتا	پر	تجھ	یقیناً	وہ	نہیں	ذلیل ہوتا

پس یقیناً تُو ہی حکم کرتا ہے اور نہیں حکم کیا جاتا تجھ پر یقیناً وہ ذلیل نہیں ہوتا

مَنْ وَّالَيْتَ وَ اِنَّ هٗ لَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ

جِس (کا)	دوست ہو تُو	اور	یقیناً	وہ	نہیں	عِزّت پاتا	جِس	تُو دُشمن ہو	برکت والا تو

جِس کا تُو دوست ہو اور یقیناً وہ عزّت نہیں پاتا جِس کا تُو دُشمن ہو۔ برکت والا ہے تُو

رَبَّ نَا وَ تَعَالَيْتَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ خَيْرِ

اے رب	ہمارے	اور	بلند مرتبہ تُو	اور	رحمت نازل فرمائے	اللہ	پر	نبیؐ	بہترین

اے ہمارے رب اور بلند مرتبہ ہے تُو اور رحمت نازل فرمائے اللہ نبیؐ پر جو بہترین ہیں

خَلْقِ هٖ وَ اٰلِ هٖ وَ اَصْحَابِ هٖ اَجْمَعِيْنَ.

خلقت	اپنی	اور	آل	اس (کی)	اور	اصحاب	اس	سب

خلقت اور اس کی آل پر اور اس کے سب صحابہؓ پر۔

❁❁❁❁❁

نوٹ نمبر (۱):۔

دعاءِ قنوت نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں رکُوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھنی چاہئے۔نماز وتر کی تین رکعت ہیں۔جس کے پڑھنے کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے صبحِ صادِق تک ہے۔بہتر ہے کہ نماز وتر سونے سے پہلے پڑھ لی جائے۔

نوٹ نمبر (۲):۔

نماز کے دوسرے تمام مسائل اِنشاءاللہ تعالیٰ دِینیات کی دُوسری کتاب میں درج کیئے جائیں گے۔

چھٹا باب

سوانح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ہماری جماعت کا نام احمدیّہ جماعت ہے اور اس جماعت کو قائم کرنے والے حضرت مرزا غُلام احمد قادیانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہیں۔ جنہیں ہم لوگ خُدا کا پیارا نبی مسیح موعُود و مہدی معہُود مانتے ہیں۔ آج تمہیں ہم آپ کی زندگی کے کُچھ حالات سُناتے ہیں۔

آپ کا نام

(حضرت مرزا) غُلام احمد قادیانی (علیہ السّلام) ہے۔ آپ کے والد کا نام حضرت مرزا غلام مُرتضٰی تھا اور والِدہ ماجِدہ کا نام چراغ بی بی تھا۔ جو ایمہ ضِلع ہوشیار پُور کی رہنے والی تھیں۔

آپ کے خاندان کی اِبتدا یُوں بیان کی جاتی ہے کہ قریباً ۱۵۳۰ء میں جب کہ بابر بادشاہ کا زمانہ تھا۔ ایک شخص مِرزا ہادی بیگ نامی جو امیر تیمور کے چچا حاجی برلاس کی نسل میں سے تھا اور ایک با اثر اور عِلم دوست رئیس تھا۔ اپنے چند عزیزوں اور خدمت گاروں کے ساتھ اپنے وطن سَمرقند سے نِکل کر ہندوستان پہنچا۔ اور پنجاب میں لاہور سے قریباً ۷۰ میل شمال مشرق کی طرف بڑھ کر دریائے بیاس کے قریب ایک جنگل میں ڈیرا لگا دیا۔

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مرزا ہادی بیگ کو دہلی کی شاہی حکومت کی طرف

سے اِس علاقہ کا قاضی یعنی حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ چونکہ اپنے ڈیرے اور کیمپ کا نام آپ نے اِسلام پُور رکھا تھا۔ اس لئے قضاء کا عُہدہ ملنے کے بعد لوگوں میں اِسلام پُور قاضیاں مشہور ہو گیا۔ اور پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے اِسلام پُور کا لفظ اُڑ کر فقط قاضِیاں اور پھر قاضیان سے بالآخر قادیان بن گیا۔

آپ کی جائے پیدائش یہی قصبہ قادیان ہے۔ جو آج مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے۔

آپ کی پیدائش

بروز جُمعہ بوقت نماز فجر ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء اِس حال میں ہوئی کہ پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور اس کے بعد آپ پیدا ہوئے۔ اُس لڑکی کا نام جنّت رکھا گیا۔ جو جلد ہی فوت ہو گئی۔

آپ کا نام غلام احمد رکھا گیا۔ لفظ مرزا بطور لقب مُغل خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے بعد میں ساتھ مِلایا گیا۔ آپ دراصل فارسی الاصل ہیں۔ مغلیہ خاندان سے تعلّقات کے سبب آپ مُغل مشہور ہیں۔ ورنہ آپ نسلی لحاظ سے مغل نہیں۔ بلکہ فارسی الاصل ہیں۔ اور آپ کی بعض دادیاں اور نانِیاں سادات میں سے تھیں۔

آپ کا بچپن

آپ کا چونکہ ایک معزّز گھرانے سے تعلّق تھا۔ اور اِس لحاظ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ آپ سے اِسلام کی بہت بڑی خدمت لینا چاہتا تھا۔ اِس لئے آپ کا بچپن نہایت پاکیزہ حالات میں گزرا۔ عام بچّوں کی طرح آپ زیادہ وقت کھیل کُود میں صَرف نہیں کرتے تھے۔ بلکہ

زیادہ وقت علیٰحدگی میں گُزارتے اور نیک باتیں سوچتے رہتے تھے۔

ایک عجیب واقعہ

آپ کے بچپن کا ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ جب کہ آپ کی عمر ابھی بہت چھوٹی تھی ایک اپنی ہم عمر لڑکی سے (جس سے بعد میں بڑے ہوکر آپ کی شادی ہوئی) کہا کرتے تھے کہ ''نامرادے دُعا کر کہ خدا میرے نماز نصیب کرے۔''

عزیز بچّو! اِس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بچپن ہی میں کیسے نیک خیالات رکھتے تھے۔ نماز کا آپ کو کس قدر شوق تھا کہ دُوسرے بچّوں سے بھی دُعا کے لئے کہتے تھے۔

آپ کی تعلیم

ابھی آپ کی چھوٹی ہی عُمر تھی کہ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کے لئے ایک اُستاد جِن کا نام فضل الٰہی تھا آپ کی تعلیم کے لئے مقرر کر دیا۔ جن سے آپ نے قرآن مجید اور فارسی کی چند کُتب پڑھیں۔ ان کے بعد فضل احمد صاحب اور گل علی شاہ صاحب نے یکے بعد دیگرے آپ کو کچھ صَرف ونحو اور منطق کی کتب پڑھائیں۔ جن سے آپ کو کُچھ عَربی اور فارسی سمجھنی اور بولنی آ گئی۔

آپ کی جَوانی

آپ کی جَوانی کے ایّام اپنے والد صاحب کے احکام کی تعمِیل میں گزرے۔ آپ کا دُنیا کی طرف کوئی رُجحان نہ تھا۔ لیکن اپنے والِد صاحب کے فرمان کے مطابق آپ کو بعض

دفعہ مقدمات میں بھی جانا پڑا۔مگر آپ نے کبھی سچ کو نہ چھوڑا اور اگر دورانِ مقدّمہ میں نماز کا وقت آ گیا تو نماز بہرحال وقت پر ادا کر لیتے۔

آپ کو جو کچھ فرصت ملتی اس میں دِینی کُتب کا مُطالعہ کرتے رہتے۔اور زیادہ تر قرآن مجید کی آیات کے سمجھنے کی طرف دھیان رکھتے تھے۔

آپ کی شادی

اُنہی ایّام میں آپ کے والِد صاحب نے آپ کی شادی ایک عورت سے جن کا نام حُرمت بی بی تھا کر دی۔جو کہ اُن کے عزیزوں میں سے تھیں۔لیکن دِین کی طرف سے غافِل تھیں۔زیادہ تر دُنیا کے خیالات میں غرق رہتی تھیں۔اُن سے دو بچّے پیدا ہوئے۔ایک کا نام مرزا فضل احمد اور دُوسرے کا نام مرزا سُلطان احمد تھا۔

چونکہ آپ ہمیشہ دِین کی طرف زیادہ دھیان دیتے اور دُنیا سے بیزار رہتے تھے۔لیکن اس کے برعکس بیوی کے خیالات زیادہ تر دُنیاداری کی طرف تھے۔اِسلئے ان دو بچّوں کی پیدائش کے بعد آپ کی اپنی اس بیوی سے علیٰحدگی رہی۔اور بالآخر پُوری جُدائی ہوگئی۔

آپ کی مُلازمت

چونکہ آپ اپنے والِد صاحب کے نہایت فرماں بردار بیٹے تھے اِس لئے باوجودیکہ آپ دُنیاداری کے کاموں سے سخت متنفّر تھے مگر پھر بھی جیسے والد صاحب کا حکم ہوتا ویسے اس کی تعمیل کرتے۔چنانچہ آپ کو قریباً ۱۸۶۴ء میں اپنے والد صاحب کے حکم کے مطابق سیالکوٹ کے دفترِ ضِلع میں سرکاری مُلازمت اختیار کرنی پڑی۔آپ کم و بیش ۴ سال

سیالکوٹ میں ملازم رہے۔لیکن یہ عرصہ بھی زیادہ تر آپ کے دینی مشاغل میں صرف ہوا۔ عیسائیوں سے آپ کی مذہبی گفتگو بھی ہوتی رہی۔ باوجود مخالفت کے عیسائی پادری بھی آپ کے اعلیٰ اخلاق ۔عمدہ تہذیب اور شُستہ کلامی کے گرویدہ تھے۔ چنانچہ وہاں کے انگریز پادری مِسٹر بٹلر ایم ۔اے جب اپنے وطن انگلستان جانے لگے تو آپ سے ڈپٹی کمشنر صاحب کے دفتر میں آخری ملاقات کر کے گئے۔

۱۸۶۵ء کے قریب قریب آپ کی والِدہ ماجِدہ کا اِنتِقال ہوا۔اور ۱۸۷۶ء میں آپ کے والد بزرگوار کا۔اوراُن کی وصیّت کے مطابق قادیان کی جامع مسجد کے صحن میں جس کا نام مسجد اقصیٰ ہے۔اُنہیں دفن کیا گیا۔

آپ کو والد صاحب کی وفات کے متعلّق کچھ فکر اورغم سا پیدا ہوا۔تو فوراً اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اِس الہام کے ذریعہ تسلّی دی کہ:۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

یعنی کیاخُدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔خدا پر بھروسہ رکھو۔وہ سب سامان کردے گا۔

آپ کی محنت کشی

اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ آپ دُنیا سے متنفّر تھے۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ سُست طبع تھے۔ بلکہ آپ نہایت جفاکش اورلگاتار محنت کرنے کے عادی تھے۔جب کبھی آپ کو کِسی سفر پر جانا ہوتا۔تو سواری کا گھوڑا نوکر کے ہاتھ آپ آگے روانہ کر دیتے اورخود پیدل ہی ۲۰۔۲۵ مِیل کا سفر طے کر کے پہنچ جاتے۔

آپ کا مجاہدہ اور ایثار

انہی دنوں کا ذکر ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے منشاء اور سُنّتِ انبیاء کے مطابق متواتر ۶ ماہ کے روزے رکھے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ جو کھانا گھر سے آتا وہ آپ غریبوں کو دے دیتے۔ اور خود خالی پیٹ رہتے۔ آپ کو شُروع سے ہی یہ عادت تھی کہ کھانا کم کھاتے تھے۔ اور غریبوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ خود تو چنے بھُنوا کر گزارہ کر لیتے۔ اور اپنا کھانا غریبوں کو دے دیا کرتے۔ اِسی لئے آپ کی مجلس میں غریبوں اور محتاجوں کا اکثر ہجوم رہتا تھا۔

آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد چونکہ ساری جائداد پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اور آپ اپنی حیادار طبیعت کی وجہ سے اُن سے اِتنا بھی مُطالبہ نہیں کر سکتے تھے کہ میرا حصّہ جائداد مجھے دے دو۔ اِس لئے آپ کے یہ ایّام نہایت تنگی میں گزرے۔ گو آپ کے بھائی صاحب آپ کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ اور آپ سے ایک حد تک محبّت بھی رکھتے تھے۔ لیکن وہ اپنے دُنیاوی کاموں میں مصروفیت کے سبب آپ کا پُورا خیال نہیں رکھ سکتے تھے۔ لیکن آپ نے نہایت صبر وشکر اور اِستقلال کے ساتھ اُن کی وفات تک (جو ۱۸۸۴ء میں ہوئی) یہ آزمائش کے دِن گُزار دئے۔

حضرت مسیح موعُود علیہ السلام کا پبلک میں آنا

۱۸۷۶ء تک جب کہ آپ کے والد بزرگوار کی وفات ہُوئی۔ آپ کی زندگی گوشہ نشینی میں گُزری۔ مگر اس کے بعد آپ نے پبلک میں آہستہ آہستہ آنا شروع کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی

آپ کو اس گوشۂ تنہائی سے کھینچ کر باہر لایا۔

اِنہی ایّام میں پنڈت دیانند سرسوتی کی تحریک سے ہندوؤں میں ایک جوشیلی جماعت آریہ سماج قائم ہوئی۔ اور عیسائی پادریوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سر اُٹھانا شُروع کیا۔ ایک طرف آریہ سماج کے جوشیلے ممبر اور دُوسری طرف عیسائی پادری اسلام کے قلعہ پر بڑے جوش وخروش کے ساتھ چڑھ دَوڑے۔ اور اِسلام اور حضرت بانیٔ اِسلام صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف غلط اور بیہُودہ اعتراضات کی بھر مار شُروع کر دی۔ اُن کی اِس یلغار کی تاب نہ لا کر بہت سے نام کے مُسلمان دَھڑا دھڑ اِسلام کو خیر باد کہہ کر بپتسمہ لینے لگ پڑے۔

جب اِس طرح عیسائیوں نے کُھلے بندوں قلعۂ اِسلام پر حملے شُروع کر دیئے تو خدا کا یہ بہادر پہلوان اِسلام کی اِس بے بسی اور بے کسی پر بے قرار ہو کر اُٹھا اور دُشمنانِ اسلام کے مقابل تنِ تنہا سِینہ سِپر ہو کر کھڑا ہو گیا۔

آپ نے دس ہزار روپیہ کے انعامی چیلنج کے ساتھ ایک کتاب براہین احمدیہ شائع فرمائی۔ جِس کے چار حِصّوں میں اِسلام کی صداقت، قرآن مجید کی فضیلت۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمتِ شان، خدا تعالیٰ کے زندہ اور موجُود ہونے اور ضرورتِ الہام پر زبردست دلائل پیش کیئے۔

اِس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ ایک طرف تو اِن قوموں کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ جو اِسلام کو کھا جانے کے لئے اُٹھی تھیں کیونکہ اب اُنہیں خود اپنے گھر کی فِکر پڑ گئی کہ ہم جِسے کمزور سمجھ کر چبا جانے لگے تھے وہ کہیں ہمیں نِگل نہ جائے۔ اور دوسری طرف مُسلمانوں کے جو مخالفینِ اسلام کے پیہم حملوں سے سہمے ہوئے تھے، حوصلے بلند ہو گئے۔ اور ان کی نظریں خدا کے اِس پہلوان پر اِس اُمّید سے جم گئیں کہ اب اِسلام کا جھنڈا بلند ہو کر رہے

گا۔اور بعض نے یہاں تک کہہ دیا ؎

ہم مریضوں کی ہے تُمہی پہ نظر
تُم مسیحا بنو خُدا کے لئے!

اہلِ حدیث فرقہ کے مشہور مولوی محمد حُسین صاحب بٹالوی نے جو بعد میں آپ کا شدید دُشمن ہوگیا۔ براہینِ احمدیہ کو دیکھ کر یہاں تک لِکھ دیا کہ:۔

''ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجُودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے کہ جِس کی نظیر آج تک اِسلام میں تالیف نہیں ہوئی ....اس کا مؤلّف بھی اسلام کی مالی۔ جانی۔ قلمی ولِسانی وحالی نُصرت میں ایسا ثابت قدم نِکلا ہے۔جِس کی نظیر پہلے مُسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔''

(اشاعت السُّنّت جلد ۷، ۶ ۱۸۸۶ء)

براہین احمدیہ کو آپ نے چار حِصّوں میں مکمّل کیا جو ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک شائع ہوکر لوگوں تک پہنچادِئے گئے۔ مارچ ۱۸۸۲ء میں آپ کو خدا تعالیٰ نے دُنیا کی اِصلاح کے لئے مامُور فرماتے ہوئے یہ الہام نازل فرمایا:۔

قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْ مِنِیْنَ (براہین احمدیہ حصّہ سوم)

یعنی تو لوگوں سے کہہ دے کہ مجھے خدا کی طرف سے مامُور (لوگوں کی اِصلاح کے لئے مقرر) کیا گیا ہے۔اور مَیں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

۱۸۸۴ء میں آپ نے مجدّدیت کا دعویٰ کیا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ دینِ اسلام کو نئی شان وشوکت بخشنے کا اِرادہ ظاہر فرمایا۔

۱۸۸۴ء کے آخر میں خُدائی بشارات کے ماتحت دہلی کے ایک معزّز خاندان میں آپ کی دُوسری شادی ہوئی۔ آپ کی زَوجہ ٔ محترمہ کا نام حضرت نُصرت جہان بیگم صاحبہ ہے۔ جو ۸۶سال کی عُمر میں مورخہ ۲۰،۲۱/اپریل ۱۹۵۲ء کی درمیانی رات کو ربوہ (پاکستان) میں وفات پاگئیں۔ آپ جماعت احمدیّہ میں اُمّ المومنین یعنی مومنوں کی ماں کہلاتی ہیں۔

آپ کی اِس نیک اور پارسا بیوی سے تمام اولاد اللہ تعالیٰ کی بشارت سے پیدا ہوئی ہے۔

جنوری ۱۸۸۶ء میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ہوشیار پُور جا کر ۴۰ دِن تک خلوت میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ جِس کے نتیجہ میں خدا نے آپ کو ایک خاص فرزند دینے کا وعدہ فرمایا جس کے آنے کو اپنے جلال اور نور کے پھَیلانے اور اسلام کی ترقی اور غلبہ کا موجب قرار دیا۔

چنانچہ بروز ہفتہ ۱۲/جنوری ۱۸۸۹ء وہ فرزند پیدا ہوا۔ جن کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی حضرت میرزا بشیر الدّین محمود احمدؓ ہے۔ جو ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کے نانا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے ''خلیفہ'' اور ''مصلح موعودؓ'' تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مرتبہ عطا فرمایا۔ اور خدا کے الہام کے مطابق اُن سے قومیں برکتیں حاصِل کرتی رہیں۔ اسِیر رُستگار ہوتے رہے۔ اور خُدا کا جلال دُنیا میں ظاہر ہوا۔

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء و ۱۲/جنوری ۱۸۸۹ء کو آپ نے یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر بیعت لینے کا اشتہار شائع فرمایا۔ اور

مارچ ۱۸۸۹ء میں بمقام لدھیانہ قریباً چالیس آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر اس

بات کا عہد کر کے کہ ''ہم دِین کو دُنیا پر مقدم کریں گے'' بیعت کی۔

اواخر ۱۸۹۰ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ:۔

''مسیح ابن مریم رسُول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تُو آیا ہے۔''

(تذکرہ صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷)

اِس پر آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اِعلان فرمایا:۔

اِس اعلان کا کرنا تھا کہ چاروں طرف سے مخالفت کا ایک طُوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایک طرف مولوی لوگ آپ کے خلاف کمر بستہ ہو گئے۔ اور دُوسری طرف پنڈت اور پادری صف آراء ہوئے مگر آپ نے باوجود اکیلا ہونے کے ہر ایک کا مقابلہ کیا۔ اور اِسلام کی تائید میں مخالفین کے اعتراضات کے جوابات میں آپ نے ۸۰ کے قریب کتابیں لکھیں۔ اور سینکڑوں اشتہارات شائع فرمائے۔

مخالفینِ اسلام باوجود اپنی کثرت، طاقت اور اثر ورسُوخ کے آپ کے مقابلہ میں ہر جگہ ناکام و نامُراد رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دِن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائی۔

بالآخر اِسلام کی ایک بہت بڑی خدمت گزار اور مضبُوط جماعت جو ہزاروں ہزار اشخاص پر مشتمل تھی اپنے پیچھے چھوڑ کر ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور جب کہ حضورؑ اپنے کام کی تکمیل کے طور پر ایک کتاب ''پیغامِ صلح'' لِکھ رہے تھے اللہ تعالیٰ کے فرمان:۔

اَلرَّحِيْلُ ۔ ثُمَّ الرَّحِيْلُ۔ کُوچ (دنیاوی سفر) پھر کُوچ (آخری سفر)۔

کے مطابق اپنے مولیٰ کریم کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں سے آپ کا جنازہ قادیان لایا گیا۔ اور

بہشتی مقبرہ آپ کی ہمیشہ کی آرام گاہ بنا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی عِبَا دِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ . اٰمِیْن یا ارحم الراحمین.

اے اللہ! تُو فضل اور سلامتی نازل فرما آپ پر اور آپ کے مطاع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم پر اور تمام نبیوں اور رسُولوں اور خدا کے نیک بندوں پر۔ آمین (یا اللہ تُو قبول فرما)

مشکل الفاظ کا حل:۔

(۱) **مرجع خلائق**۔ لوگوں کے لَوٹنے کی جگہ۔ جہاں لوگ بار بار آئیں۔

(۲) **سَمر قَنْد**۔ سَمر اور کَنْد سے مِلا جُلا نام ہے۔ سَمر ایک بادشاہ کا نام ہے۔ اور کَنْد تُرکی زبان میں شہر کو کہتے ہیں۔ یعنی سَمر کا بنایا ہوا شہر۔ یہ شہر چینی تُرکستان میں ہے اور ایک بہت بڑا مشہور شہر ہے۔

(۳) **فارسی الاصل**۔ جو اپنے اصل کے لحاظ سے ملک فارس یا فارسی خاندان سے تعلّق رکھتا ہو۔

(۴) **سادات**۔ سیّد کی جمع ہے۔ حضرت علیؓ کی وہ نسل جو حضرت فاطمہؓ سے چلی ہے سادات کہلاتی ہے۔ سیّد کے معنے سردار کے ہیں۔

(۵) **صَرْف** کے معنے پھیرنا۔ اصطلاح میں اُس علم کا نام بھی ہے۔ جس میں کلمات کے بنانے کے قواعد درج ہوں۔

(٦) **نَحو** کے معنے طرف یا طریقے کے ہیں۔ اصطلاح میں اُس عِلم کا بھی نام ہے جس میں کلمات کو ایک خاص ترتیب سے رکھنے اور پڑھنے کے قواعد درج ہوں۔

(۷) **مَنْطِق**۔زبان یا بولی کو کہتے ہیں۔اور اصطِلاح میں اُس عِلم کو بھی کہتے ہیں جس میں ایسے قوانین جمع کئے جائیں جن کی رعایت رکھنے سے انسان ذھنی غلطی سے بچ جائے۔

(۸) **احکام**۔حُکم کی جمع ہے جس کے معنے ہیں۔فیصلہ دینا۔کِسی بات کے کرنے کو کہنا۔

(۹) **تعمِیل**۔عمل میں لانا۔پُورا کرنا۔

(۱۰) **مُتنفِّر**۔نفرت کرنے والا۔بُرا سمجھنے والا۔

(۱۱) **تہذیب**۔آراستہ کرنا۔سنوارنا۔مُراد یہ ہے کہ ہر کام عُمدگی سے کرنا۔

(۱۲) **شُستہ کلامی**۔صاف اور عُمدہ طریق سے بات چِیت کرنا۔

(۱۳) **گرویدہ ہونا**۔عاشق ہونا۔لٹّو ہونا۔

(۱۴) **انتِقال**۔اِس جہان سے گُزر جانا۔فوت ہو جانا۔

(۱۵) **وصیّت**۔نصیحت۔مرتے وقت مرنے والا جو حکم کرے۔

(۱۶) **دُنیاوی معاش**۔دُنیا میں رہنے کا گُزارہ۔

(۱۷) **جفاکش**۔خوب سختی سے محنت کرنے والا۔

(۱۸) **مشقّت**۔خُوب محنت کرنا۔

(۱۹) **مُجاہدہ**۔خُدا کی راہ میں کوشِش کرنا۔

(۲۰) **اِیثار**۔اپنی ضرورت پر دُوسرے کی ضرورت کو مقدّم کرنا۔

(۲۱) **گوشہ نشِینی**۔ایک کِنارہ پر بیٹھنا۔الگ تھلگ رہنا۔

(۲۲) **بپتِسمہ لینا**۔عیسائی ہونا۔جب کِسی کو عیسائی کرتے ہیں تو اس پر ایک قسم کا

رنگ ڈالتے ہیں۔

(۲۳) **مؤلّف**۔ بعض حوالوں کوترتیب دے کر کتاب بنانے والا۔

(۲۴) **اِسلام کی جانی۔ مالی۔ قلمی۔ لِسانی اور حالی نُصرت**۔ یعنی اِسلام کے لئے اپنا مال، اپنی جان دے دینا اور قلم سے، زبان سے اور اپنے وقت سے اسلام کی مدد کرنا۔

(۲۵) **رُستگار رہونا**۔ چُھوٹ جانا۔ نجات پانا۔

(۲۶) **دِین کو دُنیا پر مقدّم کرنا**۔ یعنی جب دِین کا کام سامنے آجائے تو اپنے دُنیا کے کام کو چھوڑ کر پہلے دِین کا کام کرنا۔

(۲۷) **مُشتمِل**۔ باتوں کا مجموعہ

(۲۸) **اِلہام**۔ اِشارہ کرنا۔ دِل میں بات ڈالنا۔ خدا تعالیٰ کا اپنے بندے سے کلام کرنا۔

سوالات:۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا پُورا نام اور آپ کے والِدَین کا پُورا نام بتاؤ۔

(۲) قادیان کا اصل نام کیا تھا؟ اور کس طرح قادیان بنا؟

(۳) آپؑ کی تاریخِ پیدائش کیا ہے؟

(۴) آپ کے بچپن کا کوئی واقعہ بتاؤ۔ جوجفا کشی اور خدائی تعلّق پر دلالت کرے۔

(۵) آپ کی جوانی کا زمانہ کیسے گزرا؟

(۶) آپ کی محنت کشی کی کوئی مثال دو۔

(۷) آپ کے والد صاحب کی وفات پر آپ کو کونسا الہام ہوا تھا؟

(۸) آپ نے اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کب اور کس بناء پر کیا؟

(۹) آپ کی وفات کب اور کہاں ہوئی۔

دس۱۰ شرائطِ بیعت

(فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)

اوّل:۔ بیعت کنندہ سچے دِل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شِرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:۔ یہ کہ جُھوٹ اور زِنا اور بدنظری اور ہر ایک فِسق و فجور اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:۔ یہ کہ بِلا ناغہ پنجوقت نماز موافق حُکمِ خُدا اور رسُولؐ کے ادا کرتا رہے گا اور حتّی الوسع نمازِ تہجّد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور اِستغفار کرنے میں مُداومت اِختیار کرے گا اور دِلی محبّت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اُس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا وِرد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خَلْقُ اللہ کو عموماً اور مُسلمانوں کو خصوصًا اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نَوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، نہ کسی اَور طرح سے۔

پنجم:۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بَلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذِلّت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اُس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے مُنہ نہیں پھیرے گا بلکہ قدم آگے بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اِتّباعِ رسم اور متابعتِ ہَوا وہَوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے اُوپر قبول کرے گا اور قَا لَ اللّٰہُ اور قَالَ الرَّ سُوْل کو اپنے ہر ایک راہ میں دستوُر العمل قرار دے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مِسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دِین اور دِین کی عزّت اور ہمدردئ اِسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خَلْقُ اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خُداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اِس عاجز سے عقدِ اخوّت محض لِلّٰہ باقرار طاعت درمعروف باندھ کر اُس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا اور اِس عقدِ اخوّت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دُنیوی رِشتوں اور ناطوں اور تمام خادِمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیلِ تبلیغ ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء)

ساتواں باب

اخلاقِ حسنہ

نمبر (۱)

اخلاق خُلق کی جمع ہے۔ خَلق ؔخ کی فتح کے ساتھ ظاہری پیدائش کا نام ہے۔ اور خُلق ؔخ کی پیش سے باطنی پیدائش کا نام ہے۔

(الف) انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے بہت سی طاقتیں رکھی ہیں۔ جب ان میں سے کوئی طاقت اپنے موقعہ اور محل کے مطابق ظاہر ہو تو اُسے خُلق کہتے ہیں اور انسان با اخلاق کہلاتا ہے۔

آداب۔ ادب کی جمع ہے۔ ادب اور خُلق میں فرق یہ ہے کہ خُلق تو اُس اچھّی عادت کا نام ہے جو انسان میں پائی جائے۔ خواہ اُس کا اظہار ہو یا نہ ہو۔ لیکن ادب اچھّی عادت کے اظہار کا نام ہے۔

مثلاً اطاعت (فرمانبرداری) ایک اچھّا خُلق ہے۔ مگر جب کوئی کِسی کا کہا مان کر کھڑا ہو جائے یا بیٹھ جائے تو اُسے با ادب کہیں گے۔ اعلیٰ اخلاق کا پتہ دراصل انسان کے برتاؤ۔ میل۔ ملاقات۔ لین دین وغیرہ سے لگتا ہے۔ اِس لئے با اخلاق ہی با ادب ہوگا۔ بے ادب کبھی با اخلاق نہیں ہوسکتا۔ اور بد اخلاق کبھی با ادب نہیں ہوسکتا۔

(ب) با ادب بننا ہو تو اچّھے اخلاق سیکھنے چاہئیں۔ اور با اخلاق بننا ہو تو عُمدہ آداب

کا مالک ہونا چاہئیے ۔

بادب اور بااخلاق بننے کے ذرائع!

پہلا ذریعہ یہ ہے کہ انسان ایسی حرکات علیحدگی میں کرنے سے بچے جو دُوسروں کو بُری معلوم ہوں ۔ یا اُسے شرمندہ کرنے والی ہوں اگر کوئی شخص خُفیہ طور پر بُری عادات پیدا کر لے جب لوگوں سے ملے گا تو اُس کی وہ عادات بے اختیار ظاہر ہو کر اُسے شرمندہ کریں گی ۔ مثلاً جِن لڑکوں کو گالی دینے کی عادت ہو وہ مجلس میں بھی بے اختیار گالی دے دیں گے ۔ اور اپنے آپ کو روک نہیں سکیں گے ۔ جِس بچّے کو گھر میں اپنے بھائی بہنوں سے لڑنے کی عادت ہوگی وہ باہر کے لڑکوں سے بھی لڑے گا ۔

اسی طرح جو گھر میں کھانے کی چیزوں پر لڑتا ہوگا ۔ وہ باہر بھی ویسا ہی بُرا نمونہ دکھائے گا ۔ پس اچھے اخلاق پیدا کرنے کے لئے پہلے بُری عادات کو چھوڑنا چاہئیے ۔ بلکہ پیدا ہی نہ ہونے دینا چاہئیے ۔

دُوسرا ذریعہ بزرگوں اور نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا اور اُن کی باتیں سُننا ہے ۔ اَخلاق کو دُرست کرنے کا یہ بڑا کامیاب ذریعہ ہے ۔ جو لڑکے اپنے بزرگوں کی صحبت سے جی چُراتے ہیں ۔ اُن کی باتیں سُننے سے گھبراتے ہیں ۔ وہ ہمیشہ بداخلاق اور بے ادب ہوتے ہیں ۔ لیکن جو شوق سے بزرگوں کے پاس جاتے ۔ اُن کی باتیں سُنتے ہیں وہ عموماً بادب اور بااخلاق بن جاتے ہیں ۔

تیسرا ذریعہ بادب اور بااخلاق بننے کا بُرے لڑکوں کی صُحبت سے بچنا ۔ اور اُن کے بُرے افعال اور بُری باتوں سے نفرت کرنا ہے ۔ مثلاً اگر کسی لڑکے کو گالی دینے کی عادت

ہو۔ یا لڑنے جھگڑنے اور چوری اور چُغلی کی عادت ہو تو ایسے لڑکوں سے ہمیشہ بچنا چاہئیے اور اُن کے اُن افعال کو نفرت کی نِگاہ سے دیکھنا چاہئیے ۔کبھی اُن کی حِمایت نہیں کرنی چاہئیے ۔

اگر بدی سے نفرت پیدا ہو جائے تو یہ بات بھی انسان کو با اخلاق بنانے میں بڑی مفید ثابت ہوگی۔

چوتھا ذریعہ وہ ہے جو حضرت لقمان علیہ السَّلام کے اِس مقولہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کِسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے عُمدہ اخلاق و آداب کہاں سے سِیکھے تو اُنہوں نے کہا

از بے ادباں۔

یعنی بے ادب اور بے وقوفوں سے پُوچھا گیا کِس طرح؟ تو آپؑ نے فرمایا۔مَیں نے جب اُن کو بُرے کام کرتے دیکھا تو اُن سے مَیں نے پرہیز کی۔یعنی دُوسروں کی حالت سے سبق حاصِل کرنا بھی انسان کو با اخلاق بنانے کا بڑا بھاری ذریعہ ہے۔

ہمارے قومی شعار

اخلاقِ حَسنہ

نمبر(۲)

اب ہم اِس سبق میں بعض اخلاقِ حَسنہ کا ذِکر کرتے ہیں جو کہ ہمارا قومی شعار ہیں۔ اور جن کا پایا جانا ہم میں ضروری ہے۔

(۱) اِطاعت

اِطاعت کے معنے ہیں حُکم ماننا۔ فرمانبرداری کرنا۔ قرآنِ مجید میں اِطاعت کی بڑی تاکید آئی ہے جیسے فرمایا:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنكُمْ.

اَے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسُول کی اطاعت کرو۔ اور جو تُم پر حاکم ہوں اُن کی بھی فرمانبرداری کرو۔

جو فرمانبرداری کرے اُسے عربی میں مُطیع کہتے ہیں۔ اور جِس کی فرمانبرداری کی جائے اُسے مُطاع کہتے ہیں۔ اطاعت کی ضِد بغاوت ہے۔ یعنی نافرمانی۔ قرآنِ مجید میں

اِس سے بچنے کی تاکید آئی ہے۔فرمایاوَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ؕیعنی اللہ تعالیٰ تمھیں روکتا ہے بے حیائی اور بُرائی اور بغاوت سے۔

(۲)امانت

امانت کے معنے ہیں وہ چیز جو کسی کی حفاظت میں اِس غرض کے لئے دِی جائے کہ جب اس سے طلب کی جائے وہ فوراً اُسے اُس کے مالِک کے سُپرد کردے۔جس کے سُپرد کوئی چیز کی جائے اُسے امین کہتے ہیں۔قرآنِ مجید میں حکم ہے کہ:۔

(الف)اَنْ تُوَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا۔امانتیں اُن کے حقداروں کو دے دیا کرو۔

(ب) فَلْیُؤَدِّالَّذِیْ اؤْتُمِنَ اَمَانَتَہٗ۔جس کے سُپرد امانت کی گئی ہو۔اُسے چاہیئے کہ وہ اُس کے حقدار کو دے دے۔

اِنسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب خدا تعالیٰ کی امانت ہے۔اِس لئے جب وہ اس سے طلب کرے اس کے دینے میں پس و پیش نہ کرے۔

امانت کی ضِد خیانت ہے۔یعنی حقدار کا حق مار لینا بُری چیز ہے۔ اِس سے بچنا چاہیئے ۔

(۳)دیانت

امانت، راستی، اور سچّائی کا نام دیانت ہے۔اور جس میں دیانت ہو اُسے دیانتدار کہتے ہیں۔دیانت کا مفہوم بھی قریب قریب امانت کے سمجھنا چاہیئے ۔ اِس کا ضِد بد دیانتی

ہے۔یعنی اپنے کام کو حکم کے مطابق ادا نہ کرنا۔ دیانتداری صرف روپیہ پیسہ میں ہی نہیں ہے۔ بلکہ ہر اُس چیز میں ہے جس کا تعلّق دُوسرے کے حقوق کو ادا کرنے سے ہے۔ حتّٰی کہ نوکری۔ اپنے ذمّہ کوئی ڈیوٹی لے لینا۔ ان سب کا اچھی طرح ادا کرنا دیانتداری میں شامِل ہے۔ اوراس میں کوتاہی کرنا بددیانتی ہے۔

(۴) شَجاعت

شجاعت کے معنے ہیں، بہادری، جوانمردی، دلیری، بے خوف وخطر آگے بڑھنا، یہ لفظ شِین کی زبر سے ہے۔ جس میں شجاعت پائی جائے اُسے شُجاع کہتے ہیں۔

بُزدِل ہونا اس کی ضِد ہے۔ جو بہت بُری خصلت ہے۔ اِس سے بچنا چاہیئے۔

(۵) طہارت

طہارت کے معنے ہیں پاکیزگی، صفائی، یہ لفظ زیادہ تر اندرونی پاکیزگی پر بولا جاتا ہے۔ جو پاکیزگی اختیار کرے، اسے طَاہِر یا مُطَہَّر کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اِس کے متعلّق ارشاد ہے کہ:۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ .

یقیناً اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے۔

ظاہری طہارت تو یہ ہے کہ انسان کا بدن اور کپڑے گندگی سے صاف ہوں۔ اور باطِنی پاکیزگی یہ ہے کہ اِنسان کا دِل ودماغ ہر قسم کے بُرے خیالات سے پاک وصاف ہو۔

طہارت کی ضِد نجاست یعنی پلیدگی ہے۔ جو خُدا کو ناپسند ہے۔ اِس لئے اِس سے پرہیز چاہئیے۔

(۶) نظافت

نظافت کے معنے بھی پاکیزگی اور صفائی کے ہیں۔ یہ زیادہ تر ظاہری صفائی پر بولا جاتا ہے۔ جو نظافت اختیار کرے اُسے نظِیف کہتے ہیں۔

(۷) شرافت

شرافت کے معنے ہیں۔ بلندی، بزرگی۔ جِس شخص میں اخلاق کی بلندی پائی جائے اور بداخلاقی، کمینگی اور بُری باتوں سے بچے اُسے شریف کہتے ہیں۔ اِس کی ضِد رذالت ہے۔ یعنی کمینہ اور بداخلاق ہونا، رذالت سے کوسوں دُور بھاگنا چاہئے۔

(۸) قنَاعَتُ

قنَاعَتُ کے معنے ہیں تھوڑی چیز پر راضی ہو جانا۔ جس میں یہ صفت پائی جائے اُسے قانع کہتے ہیں۔ یہ ایسی اعلیٰ صفت ہے کہ اِنسان اِس سے بہت سُکھی رہتا ہے۔ ورنہ طمع، حرص، لالچ، حَسد، بُغض جیسی بُری خصلتیں اِنسان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۹) فِطَانت

فطانت کے معنے ہیں معاملہ کی تہ تک پہنچنا۔ اسے سمجھ لینا۔ اور اس میں ماہر ہو جانا۔

جس میں یہ صِفت پائی جائے اسے فاطِنٌ یا فطِین کہتے ہیں۔ یہ لفظ فَ کی زبر اور زیر دونوں سے ہے۔
اِس کی ضِد غباوت ہے۔ یعنی معاملہ کو نہ سمجھنا۔ وہ انسان جو کُند دماغ ہو غبی کہلاتا ہے۔ اور غبی انسان ہمیشہ ناکام و نامُراد اور شرمندہ ہوتا ہے۔ یہ صفت سوچ و بچار سے بڑھتی ہے۔

(۱۰) لطافت

لَطافت کے معنے ہیں باریک ہونا۔ سُتھرا ہونا، مہربان ہونا۔ جس میں یہ صِفت پائی جائے اُسے لطیف کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے۔ کیونکہ وہ خود باریک در باریک یعنی مخفی ہے۔ اور پھر باریک سے باریک چیزوں کو دیکھتا ہے۔ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔
لَطافت کی ضِد کثافت ہے۔ یعنی کسی چیز کے اصل جِسم کا مَیل کچیل کی وجہ سے یا گرد و غبار کی وجہ سے موٹا ہونا۔ ناصاف ہونا۔

(۱۱) لیاقت

لیاقت کے معنے ہیں کِسی چیز سے چمٹ جانا۔ کِسی کام کو عمدگی سے ادا کرنا۔ کِسی کام کے مناسب اپنے آپ کو بنانا۔ جس میں یہ صفت پائی جائے اُسے عربی میں لائق اور فارسی میں صاحبِ لیاقت کہتے ہیں۔

(۱۲) متانت

متانت کے معنے ہیں کِسی بات میں مضبوط اور طاقتور ہونا جس میں یہ صفت پائی

جائے اُسے متین کہتے ہیں۔ اِس لئے اُردو میں ایسے شخص کو جس میں چھچھوراپن نہ ہو۔ بات بات پر ہنستا۔ مُنہ بناتا اور ٹھٹّھا مخول نہ کرتا ہو۔ متین یعنی سنجیدہ کہتے ہیں۔

(۱۳) عَدالت

عدالت کے معنے ہیں دو شخصوں کے درمیان برابری کرنا۔ انصاف کرنا۔ حقدار کو اس کا حق دینا۔ جِس میں یہ صفت پائی جائے اُسے عادل کہتے ہیں۔

اِس کی ضِد ظُلم ہے۔ یعنی بے انصافی کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عدل کرنے کا حُکم دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ **اِنَّ اللّٰـهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ** ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حُکم دیتا ہے کہ تُم انصاف اور احسان کرو۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ انصاف یہ ہے کہ اُس کے ساتھ اُس کی مخلوق کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ بندوں سے انصاف یہ ہے کہ اُن کے حقوق نہ مارے جائیں۔ جو جیسا سلوک کرے اُس کے مناسبِ حال اُس کا بدلہ دیا جائے۔

(۱۴) سخاوت

سخاوت کے معنے ہیں بخشِش کرنا۔ نرم ہونا، فراخ ہونا، جس میں یہ صفت پائی جائے اُسے سخی کہتے ہیں۔ ایک مشہور حدیث ہے۔ **اَلسَّخِيُّ حَبِيْبُ اللّٰهِ** کہ سخی اللہ کا دوست ہے۔ اِس کی ضِد بُخل ہے۔ یعنی فراخ نہ ہونا۔ کِسی کو کُچھ نہ دینا۔ یہ بڑی بُری صفت ہے۔ اِس سے پرہیز چاہئیے۔

(۱۵) رَفاقت

رفاقت کے معنے ہیں نرم ہونا۔کسی کا ساتھ دینا، مددگار ہونا۔جس میں یہ صفت پائی جائے اُسے رفیق کہتے ہیں۔اِس کی جمع رُفقاء ہے۔اِنسان کو ہمیشہ اچھا رفیق تلاش کرنا چاہیئے۔جو وقت پر کام آئے۔ورنہ بُرے رفیق جو خراب کرتے ہیں۔بہت مِلتے ہیں۔اُن سے بچنا چاہیئے۔یہ لفظ رؔ کی زبَر سے ہے۔

(۱۶) عِفّت

عِفّت کے معنے ہیں رُک جانا۔ایسی بات سے باز رہنا جو ناجائز اور نارَوا ہو۔جِس میں یہ صفت پائی جائے اُسے عَفِیف کہتے ہیں۔جو شخص پاکدامن ہو وہ عربی میں عفیف اور فارسی میں عِفّت مآب کہلاتا ہے۔اِس صفت کے پیدا ہونے سے اِنسان بہت سی ناجائز اور نارواباتوں سے باز رہتا ہے۔

(۱۷) رِفُعَتُ

رِفُعَتُ کے معنے ہیں بلندی، بلندشان، جِس میں یہ صفت پائی جائے اُسے رَفِیع کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے۔کیونکہ سب سے بلندشان کا مالک وہی ہے۔اور وُہ رفیع الدّرجات ہے۔بندوں کے درجے بلند کرتا ہے۔ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے معنے ہوں گے اُس نے اُس کی بلندشان ظاہر کی۔اِنسان کے بلندشان ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ ہر قِسم کے نقص اور عَیب سے پاک ہو۔جس شخص کے اندر بھی عُمدہ اخلاق پائے جائیں گے

وہ بھی رفیع کہلائے گا۔ اِنسان کے لئے رِفعت کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ وہ دُوسروں کو ذلیل سمجھے۔ اور اپنے آپ کو سب سے بڑا۔ یہ رِفعت نہیں۔ بلکہ پستی اور رذالت ہے۔

(۱۸) ہِمّت

ہِمَّت کے معنے ہیں پکّا اِرادہ۔ پختہ مضبُوط اِرادہ۔ اہم کام کرنا۔ سخت معاملے کو اِسی لئے مُہم کہتے ہیں۔ جِس میں یہ صفت پائی جائے اُسے ذُو الھِـمّۃ یعنی ہمّت والا کہتے ہیں۔ یہ لفظ ہ کی زبر اور زیر دونوں سے ہے۔

(۱۹) محنت

محنت کے معنے ہیں کِسی چیز کا تجربہ کرنا۔ امتحان لینا۔ جانچ پڑتال کرنا۔ وہ مصیبت جِس کی وجہ سے اِنسان کا امتحان لِیا جائے۔ جِس میں یہ صفت پائی جائے اُسے محنتی کہتے ہیں۔ اسی سے امتحان کا لفظ ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ اِنسان کی جانچ و پڑتال ہوتی ہے۔ محنت سے جی چُرانے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ دُنیا کے تمام کام محنت ہی سے سرانجام پاتے ہیں کوئی کام بغیر محنت کے پُورا نہیں کِیا جاسکتا۔ دُنیا میں جِس قدر بڑے انسان گزرے ہیں۔ اُن کے بڑے ہونے کا سبب اُن کا محنتی ہونا ہے۔ اِسلئے اگر آپ بڑا بننا چاہتے ہیں تو محنت کیجئے۔

(۲۰) سَبقت

سبقت کے معنے ہیں آگے بڑھ جانا۔ دوسرے کو پیچھے چھوڑنا۔ خود پہل کرنا۔ جس میں یہ صفت ہو اُسے سابق کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں صحابہؓ کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ:۔

وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُوْلٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ

جو سب سے سبقت لے جانے والے ہیں وہی خُدا کے مقرب ہیں۔

مسابقت کے معنے ہیں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔ قرآن مجید میں اس کے بارے میں خاص حکم ہے۔ فرمایا:۔

وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

ہر ایک کے لئے ایک مقصد ہے جس کی طرف وہ متوجّہ ہے۔ پس اے مسلمانو! تم سب لوگوں سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

(۲۱) شَفُقت

عربی میں اِس کا صحیح تلفّظ شَفَقَةٌ فؔ کی زبَر سے ہے۔ مگر اُردو میں فؔ کی جزم سے بولنا عام ہے۔ اِس کے معنے ہیں رحمت سے متوجّہ ہونا۔ مہربان ہونا۔ اِس کے معنے خوف اور ڈر بھی ہیں۔ جِس میں یہ صِفت پائی جائے اُسے شَفِیق کہتے ہیں۔ خدا کی ہر جاندار مخلوق پر شفقت کرنا نہایت ضروری ہے۔

(۲۲) اُخُوّت

بھائی چارہ اِس کے معنے ہیں۔ ہمارے اندر اخوّت ہونی چاہئیے۔ یعنی ایک دُوسرے سے بھائی چارہ کا معاملہ کرنا چاہئیے۔ جو لوگ خدا کے نبی کے ہاتھ پر جمع ہوتے ہیں۔ وہ سب بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم جب مدینہ شریف ہجرت کر کے پہنچے تو آپؐ نے تمام کاموں سے پہلا کام یہی کِیا کہ انصار اور مہاجرین میں مواخات یعنی

بھائی چارہ قائم کِیا۔ کِسی سے بھائی چارہ قائم کرنا بڑا آسان مگر اُس کا نباہنا بڑا مشکل ہے۔ اِس لئے زبانی جمع خرچ کی بجائے ہمیشہ اسے نباہنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔

(۲۳) عِزّت

عِزّت کے معنے ہیں قُوّت۔ غلبہ۔ مقابلہ میں اپنی شان قائم رکھنا۔ جِس میں یہ صفت پائی جائے اُسے عزیز کہتے ہیں۔ انہی معنوں میں یہ خدا کی صفت ہے کہ وُہ ہر بات اور ہر ایک پر غالب ہے۔ عزّتِ نفس بڑی چیز ہے۔ یعنی اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دینا۔ کِسی اچّھی بات میں دُوسرے سے پیچھے نہ رہنا۔ اِس کی ضِد ذِلّت ہے۔ جِس کے معنے ہیں ذلیل وخوار ہونا۔ ایسے افعال سے بچنا چاہئیے جو ذلّت کا مُوجب ہوں۔

(۲۴) اِستِقامت

استِقامت کے معنے ہیں کسی کام میں دوام اور ثبات چاہنا۔ سِیدھا پن طلب کرنا۔ لیکن اُردو میں اس کے معنے ہیں ثابت قدم رہنا۔ ڈٹے رہنا۔ ہمارے بزرگوں نے کہا ہے کہ:۔

اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ۔ یعنی استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔

(۲۵) اِستِقلال

استقلال قریب قریب استقامت کے معنوں میں ہی ہے۔ اس کے معنے ہیں کِسی چیز کو ہلکا سمجھنا۔ کِسی چیز کو اُٹھانا۔ جس میں یہ صفت ہو اُسے مُستَقِل کہتے ہیں۔ مستقِل مزاج

وہی ہوتا ہے جو کسی کام کو کسی وقت بھاری نہ سمجھے اور برابر کرتا چلا جائے۔

(۲۶) صَداقت

سچّائی سے محبّت کرنا۔ سچّائی پر قائم و دائم رہنا۔ سچّائی۔ اس کے معنوں میں معاملہ کی پختگی اور مضبوطی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ جس میں یہ صفت پائی جائے اُسے صادِق کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے کہ:۔

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ۔ سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ صِدّیق بہت سچّے اور مخلص دوست کو کہتے ہیں۔ جس کا اچھا عمل اُس کے قول کی تصدیق کرتا ہو اُسے صِدّیق کہتے ہیں۔

اِس کی ضِد کِذب یعنی جھُوٹ ہے۔ یہ بہت ہی بُری خصلت ہے۔ اس سے بہت سی بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جھُوٹ کے درخت میں سب سے بڑا پھل نفاق لگتا ہے۔ دُوسرا پھل بُز دِلی اور تیسرا پھل چوری۔ بیہودگی۔ بڑبولا پن۔ تکذیبِ انبیاء۔ افتراء۔ وغیرہ۔ اِس لئے کِذب و جھُوٹ سے انتہائی نفرت اور صِدق سے انتہائی پیار رکھنا چاہئے۔

(۲۷) وفا

وفا کے معنے ہیں پُورا کرنا۔ یعنی جو کہے اُسے پُورا کر دِکھائے۔ جِس کام کو شروع کرے اُسے پُورا نبھائے۔ جِس سے کوئی وعدہ کرے اُسے پُورا کرے۔ جِس میں یہ صفت ہو اُسے اُردو میں وفادار اور عربی میں وافِ کہتے ہیں۔ انسان کی وفاداری خُدا اور اس کے رسُولؐ اور خلفاء سے یہ ہے کہ ہر حالت سختی اور نرمی میں۔ دُکھ اور تکلیف میں اطاعت گزاری نہ چھوڑے۔ ماں باپ سے وفا یہ ہے کہ بُڑھاپے اور دُکھ درد کے وقت اُن کے کام آئے۔

(۲۸) پابندیٔ عہد

یہ بھی اچّھی صِفت ہے۔اور وفا کی ایک شِق ہے۔کِسی سے جو قَول وقرار کرے خواہ کِتنا ہی اُسے نقصان پہنچے اُسے پُورا کر کے چھوڑے۔

(۲۹) عفو

درگُزر کرنا۔غلطی معاف کرنا۔اپنے بھائی کی غلطی سے چشم پوشی کرنا۔اورعفو کے معنے زائداور اچھی چیز کے بھی ہیں۔یعنی خدا کی راہ میں اپنی ضرورت سے زائد یا اچّھی چِیز دینا۔ جِس میں یہ صفت ہو اُسے عافِ اور عَفُوٌّ کہتے ہیں۔

(۳۰) خودداری

خودداری کے معنے ہیں اپنی حیثّیت اورعزّت کو برقرار رکھنا۔جس میں یہ صفت ہو وہ خود دار کہلاتا ہے۔دُوسرے کی طمع یا لالچ پر اپنے آپ کو گرانا۔یا دُوسرے سے مطلب براری کی خاطِر اُس کے آگے ذلیل ہو جانا۔یہ سب باتیں خودداری کے خلاف ہیں۔

(۳۱) حق گوئی

یہ بھی بڑی اچھی صفت ہے۔اِس کے معنے ہیں سچّی بات کہنا۔جب موقعہ ملے اگر انسان کو کوئی صحیح بات معلوم ہو اور اس کے ظاہر نہ کرنے سے قوم اور مِلّت اور دِین کا نقصان ہو تو فورًا اُسے ظاہر کرنا چاہیئے۔حدیث شریف میں آتا ہے۔ اَلسَّاكِتُ عَنِ الْحَقِّ

شَیْطَانٌ اَخْرَسُ جوحق بات کہنے کے موقعہ پرچُپ رہے وہ گُونگا شیطان ہے۔اِس صفت سے جومُتّصف ہواُسے حق گو کہتے ہیں۔

(۳۲) بلند ہمّتی

بلند ہمّت ہونا بڑی اچھی صفت ہے ۔

ہمّت بلند دار کہ نزدِخُدا وخلق

باشد بقدرِ ہمّتِ تو اعتبارِ تو

یعنی اپنی ہمّت بلند رکھو۔ کیونکہ خدا اوراس کی مخلوق کے نزدیک تیری ہمّت کے مطابق تیرا اعتبار ہوگا۔

(۳۳) صَبر

صبر کے معنے ہیں بہادری دِکھانا۔ ثابت قدم رہنا۔ ایک امر پر رُکے رہنا ۔ اور تکلیف پر شکایت نہ کرنا۔جس میں یہ صفت ہواُسے صابِر کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ ۔اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔اورفرمایا۔ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ۔خدا سے مدد چاہوصبر دکھا کراوردُعا کرکے۔

(۳۴) حَیاء

حیا کے معنے ہیں قابلِ ملامت کام کے کرنے سے اپنے آپ کوروکنا۔حدیث میں آتا ہے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ۔حیا ایمان کا ایک جُزو ہے۔جس میں یہ صفت ہو

اُسے حیادار یا صاحبِ حیا کہتے ہیں۔حیادار انسان ہرِقسم کی بے ادبی۔گُستاخی اور گناہ سے باز رہتا ہے۔بے حیا ہونا ہرِقسم کی بُرائیوں میں مُبتِلا کرتا ہے۔

(۳۵)ذُکا

ذُکا کے معنے ہیں زِیرک ہونا۔معاملہ کوفورًا سمجھ لینا۔جس میں یہ صِفت ہواُسے ذکی کہتے ہیں۔ذکی و زِیرک ہونا اِنسان کو ہر میدان میں کامیاب کرتا ہے۔

(۳۶)فہم

فہم کے معنے بھی زِیرکی اور دانائی کے ہیں۔جس میں یہ صفت ہواُسے فَہِیم کہتے ہیں۔

(۳۷)عَزْم

عزم کے معنے ہیں پختہ اِرادہ۔معاملہ کی پختگی۔جس میں یہ صفت ہو اُسے اُولوالعزم کہتے ہیں۔قرآن مجید میں حُکم ہے۔اِذَاعَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ۔جب تُو پختہ اِرادہ کر لے تو پھر اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اُس کام کو کرگُزر۔عزم سے اِنسان کامیاب ہوتا ہے۔جس میں اِرادہ کی پختگی نہ ہووہ اِنسان کامیاب نہیں ہوتا۔

(۳۸)حَزم

حزم کے معنے ہیں عقلمندی۔معاملہ کومضبوط اور محکم کر لینا۔احتیاط سے کام کرنا۔جس میں یہ صفت ہواُسے حازِم کہتے ہیں۔معاملات کے سرانجام دینے میں اِس صِفت کا

ہونا بڑا ضروری ہے۔

(۳۹) حِلم

حِلم کے معنے ہیں۔ بے وقوفی، جہالت اور طیش میں آنے سے بچنا۔ برداشت کرنا۔ بُردبار ہونا۔ اس کے معنے عقل بھی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی یہ صفت قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس میں یہ صِفت ہو اُسے حلیم کہتے ہیں۔

(۴۰) تواضع

تواضع کے معنے ہیں خاکساری، فروتنی۔ دُوسرے پر بڑائی کا اظہار کرنے سے بچنا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اِذَاتَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَةِ جو خاکساری اللہ کے لئے اختیار کرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان پر عزّت دیتا ہے۔ جس میں یہ صفت ہو اُسے متواضع کہتے ہیں۔ (کنز العمّال جلد۲ صفحہ ۴۷۵)

(۴۱) ہمدردی

دُوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہونا۔ یہ بڑی اچھی صفت ہے۔ جس میں یہ صفت ہو اُسے ہمدرد کہتے ہیں۔

(۴۲) اِیثار

ایثار کے معنے ہیں ترجیح دینا۔ اختیار کرنا۔ بزرگی کے کام کرنا۔ اپنی ضرورت پر

دُوسرے کی ضرورت کو مقدّم کرنا۔ قرآن مجید میں انصار کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے کہ **يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ**۔ وہ اپنے نفسوں پر دُوسرے مُہاجر بھائیوں کی ضروریات کو مقدّم کرتے ہیں۔ خواہ اُنہیں خود بھی سخت ضرورت یا بُھوک کیوں نہ ہو۔ جس میں یہ صفت ہو اُسے ایثار پیشہ یا مُؤثِر کہتے ہیں۔

(۴۳) قُربانی

قُرب سے ہے۔ ایسے کام جو خدا کے قُرب کا باعث ہوں۔ اپنی ہر چیز کو خدا کی راہ میں دینا۔ اپنی عزّت، مال اور جان کو کِسی کے حُکم یا اپنی بھلائی یا دوسرے کی خیر خواہی کی بناء پر دے دینا۔ جِس قوم میں قُربانی کی رُوح ہو وہی کامیاب ہوتی ہے۔ جس میں یہ صفت ہو اُسے قُربانی کرنے والا، قُربان ہونے والا کہتے ہیں۔

ایثار اور قُربانی میں فرق یہ ہے کہ ایثار تو مقابلے کی چیز ہے۔ یعنی دُوسرے کو بھی ضرورت ہے۔ اور اس کو بھی ضرورت ہے مگر دُوسرے کی ضرورت کو مقدّم کر کے اپنی ضرورت کو پیچھے ڈال دینا۔ مگر قُربانی عام ہے۔ خواہ دوسرے کو اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ صرف اس کے حکم پر اپنے آپ کو قُربان کر دینا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہم کہہ دیتے ہیں کہ فلاں نے قُربانی کی۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے خُدا کی خاطِر ایثار کِیا۔

(۴۴) نشاط

نشاط کے معنے ہیں خوش خوش رہنا۔ دِل کی خوشی سے کام سرانجام دینا۔ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے۔ جیسے فرمایا۔ **وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا** ۔اور قَسم ہے اُن جماعتوں کی جو بڑی خوشی اور فرحت سے کام سرانجام دیتی ہیں۔ جس میں یہ صفت ہو اُسے ناشِط یا نشیط کہتے ہیں۔

(۴۵) وقار

وقار کے معنے ثابت رہنا۔ پُر عظمت ہونا۔ جس میں یہ صفت ہو اُسے ذوالوقار یا صاحبِ وقار کہتے ہیں۔ ہر کام میں انسان وقار کو اختیار کر سکتا ہے۔ اُردو میں سنجیدہ مزاج ہونا اِس کا مفہوم ہے۔

(۴۶) توکّل

کِسی پر بھروسہ کرتے ہوئے اُس کے سُپرد اپنا کام کرنا۔ پُورے طور پر دُوسرے پر بھروسہ کرنا۔ جس میں یہ صفت ہو اُسے مُتوکِّل کہتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کِیا کہ یا رسُول اللہ! کیا خدا پر توکّل کر کے مَیں اُونٹ کو چھوڑ کر نماز میں شریک ہو جاؤں۔ یا اُس کے گُھٹنے باندھ کر نماز پڑھوں؟ آپؐ نے فرمایا توکّل یہ ہے کہ پہلے اُونٹ کا گُھٹنا باندھے اور پھر خدا پر بھروسہ کرے۔

پس توکّل کے معنے یہ ہرگز نہیں کہ انسان خود تو لاپروائی اور سُستی کرے اور سمجھ لے کہ مَیں بڑا متوکّل ہُوں۔

سوالات:۔

(۱) اَخلاق اور ادب کی تعریف کرو۔

(۲) تمہارا کونسا شعار ہے؟ اور اس کے کیا معنے ہیں؟

از اخبار الفضل جلد ۱۲ ۲۵ / جولائی ۱۹۲۴ء

قادیان[1] کی یاد

کلام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہُ

ہے رضائے ذاتِ باری اب رضائے قادیاں
مدّعائے حق تعالیٰ مدّعائے قادیاں

وہ ہے خوش اموال پر یہ طالبِ دِیدار ہے
بادشاہوں سے بھی افضل ہے گدائے قادیاں

گر نہیں عرشِ مُعلّٰی سے یہ ٹکراتی تو پھر
سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیاں

دعوٰئ طاعت بھی ہوگا اِدّعائے پیار بھی
تم نہ دیکھوگے کہیں لیکن وفائے قادیاں

میرے پیارے دوستو تم دم نہ لینا جب تلک
ساری دُنیا میں نہ لہرائے لِوائے قادیاں

بن کے سُورج ہے چمکتا آسماں پر روز و شب
کیا عجب مُعجز نُما ہے رہنُمائے قادیاں

غیر کا افسوں اس پر چل نہیں سکتا کبھی
لے اڑی ہو جس کا دِل زُلفِ دوتائے قادیاں

[1] یہ نظم حضورؓ نے سفرِ یورپ کے دوران میں لکھی۔

اَے بُتو اب جستجو اُس کی ہے اُمیدِ محال
لے چُکا ہے دِل مِرا تو دِلرُبائے قادیاں
یا تو ہم پھرتے تھے اُن میں یا ہوُا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کُوچہ ہائے قادیاں
خیال رہتا ہے ہمیشہ اِس مقامِ پاک کا
سوتے سوتے بھی یہ کہہ اُٹھتاہوں ہائے قادیاں
آہ کیسی خوش گھڑی ہوگی کہ بائیلِ مَرام
باندھیں گے رختِ سفر کو ہم برائے قادیاں
پہلی اینٹوں پر ہی رکھتے ہیں نئی اینٹیں ہمیش
ہے تبھی چرخِ چہارم پر بِنائے قادیاں
صبر کر اَے ناقۂ راہِ ہُدیٰ ہمّت نہ ہار
دُور کردے گی اندھیروں کو ضیائے قادیاں
ایشیا و یورپ و امریکہ و افریقہ سب
دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگ ہائے قادیاں
مُنہ سے جو کچھ چاہے بن جائے کوئی پر حق یہ ہے
ہے بہاءُ اللہ فقط حُسن و بہائے قادیاں
گُلشنِ احمدؐ کے پھُولوں کی اُڑا لائی جو بُو
زخم تازہ کر گئی بادِ صبائے قادیاں
جب کبھی تُم کو مِلے موقع دُعائے خاص کا
یاد کر لینا ہمیں اہلِ وفائے قادیاں

آٹھواں باب

ہماری مجالِس کے آداب

از حضرت میر محمّد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ

دُنیا میں مجلسیں کئی قِسم کی ہوتی ہیں۔ایک شادی کی مجلس ہوتی ہے ایک غمی کی مجلس ہوتی ہے۔ایک وعظ کی مجلس ہوتی ہے۔مَیں وہ آداب بتاؤں گا جو تمام قِسم کی مجلسوں پر حاوی ہوں۔مگر پہلے یہ سُن لو کہ مِلنے سے کئی قِسم کے نقص پَیدا ہوتے ہیں۔مثلاً اکیلا آدمی غیبت نہیں کر سکتا۔غِیبت کا مُرتکِب انسان اُس وقت ہوتا ہے جب کسی سے ملے۔معلوم ہوُا کہ ایسے گناہ ایک دُوسرے کے ساتھ مِلنے سے پیدا ہوتے ہیں۔اِس لئے مجالِس میں نہایت محتاط ہو کر بیٹھنا چاہیئے۔

پہلا ادب

مجلس کا یہ ہے کہ جب کوئی شخص کِسی مجلس میں آئے تو دَوڑ کر نہ آئے کہ یہ وقار اور سکینت کے خلاف ہے۔حدیث میں ہے۔ عَلَيْكُمُ الْوَقَارَ وَ السَّكِيْنَةَ ۔(تمہیں وقار اور سکینت اختیار کرنی چاہیئے)

دُوسرا ادب

یہ ہے کہ(کوئی شخص) کِسی مجلس میں لوگوں کو پھلانگ کر نہ جائے۔جہاں جگہ ملے

بیٹھ جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جُمعہ کی نماز میں لوگوں کو پھلانگ کر نہ آؤ۔ اِس سے جُمعہ کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ حدیث میں ہے یَجْلِسُ حَیْثُ یَنْتَھِی الْمَجْلِسُ۔ اگر آگے جگہ نہ ہو تو جہاں تک لوگ بیٹھے ہیں وہیں بیٹھ جائے۔

تیسرا ادب

یہ ہے کہ مجلس میں جا کر کوئی لغو حرکت نہ کرے۔ مثلاً میز کو یا کِسی اور چیز کو جو اس قِسم کی ہو نہ ہلائے۔ خاموشی سے بیٹھے اور اہلِ مجلس کا خیال رکھے۔ زبان سے بھی خاموش رہے۔ ہاتھ پَیر بھی نہ ہلائے کہ یہ بھی خاموشی کے خلاف ہے۔ ہاں اپنی باری اور ضرورت پر بات کرے۔

چوتھا ادب

یہ ہے کہ مجلس میں بیٹھ کر اپنے پاس والے سے کِسی قِسم کی بات چِیت نہ کرے۔ آپس میں کانا پُھوسی کرنا ادب کے خلاف ہے۔

پانچواں ادب

مجلس میں دُوسرے کو چُپ کرانا۔ یہ بھی لَغُو ہے۔ اور آدابِ مجلس کے خلاف۔ حدیث میں ہے اِنْ قُلْتَ لِصَاحِبِکَ اُسْکُتْ فَقَدْ لَغَوْتَ (یعنی اگر تُو نے زبان سے اپنے ساتھی کو کہا چُپ رہ تو تُو نے بیہُودہ کام کِیا) پس دُوسرے کو بول کر چُپ کرانا بھی ادب کے خلاف ہے۔ سامعین میں سے کِسی کو چُپ کرانا ہو تو ہاتھ کے اشارہ سے چُپ کرا سکتا ہے۔

چھٹا ادب

اُباسی لینا، ڈکار لینا، اُنگلیاں چٹخانا، انگڑائی لینا یہ تمام باتیں بھی ادب کے خِلاف ہیں۔ اپنے اُوپر قابو رکھنا چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مجلس میں بیٹھ کر کنکریوں سے نہ کھیلو۔

ساتواں ادب

مجلس کا اَلْاِسْتِمَاع ہے۔ یعنی غور سے سُننا کان لگا کر سُنے کہ خطیب کیا کہہ رہا ہے۔

آٹھواں ادب

آنے والے کو جگہ دینا۔ اور خود سُکڑ کر بیٹھ جانا (ہے) قرآن شریف میں ہے۔ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا ۔(جب تمہیں کہا جائے کہ مجلس میں کُھل کر بیٹھو تو کُھل جایا کرو)

نواں ادب

یہ ہے کہ مجلس سے بے اجازت نہ جائے۔ صاحبِ مجلس سے پُوچھ کر اور اجازت لے کر جائے۔

دسواں ادب

یہ ہے کہ خطیب اور لیکچرار کی طرف مُنہ کر کے بیٹھے۔ اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ لیکچرار کی طرف متوجّہ رہے۔ اور غور سے سُنے۔

گیارھواں ادب

یہ ہے کہ مجلس میں جب کوئی اچّھی بات سُنے نوٹ کر لے۔ اور اس پر عمل کرے۔ حدیث میں ہے۔ اُكْتُبُوْا عَنِّىْ وَلَوْ كَانَ حَدِيْثًا ۔(میری طرف سے جو بات ہو اُسے لِکھ لِیا کرو۔ خواہ وہ چھوٹی سی بات ہی کیوں نہ ہو)۔

بارھواں ادب

یہ ہے کہ جب کوئی بات پوچھنی ہو تو کھڑے ہو کر پُوچھے کہ یہ بھی ایک ادب ہے۔

تیرھواں ادب

یہ ہے کہ دَورانِ گفتگو میں نہ بولے۔ اُٹھ کر چُپ چاپ کھڑا ہو جائے۔ صدرِ مجلس خود مخاطب کرے گا۔

چودھواں ادب

یہ ہے کہ مجلس میں میرِ مجلس کو مخاطب کرے۔ کِسی اَور کو نہ کرے۔

پندرھواں ادب

یہ ہے کہ اگر مجلس میں کِسی شخص سے کوئی طبعی حرکت سرزد ہو جائے تو ہنسنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ ایسی حرکت اُس سے بھی ممکن ہے۔ لوگ اُس پر بھی ہنسیں گے۔ اور اُسے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ پس دُوسرے کے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ صرف اِسی بات پر ایک خُطبہ پڑھا۔ پس کِسی کے اُونگھ جانے پر یا غلط جواب دینے پر یا ہَوا خارج ہونے پر ہنسنا نہیں چاہیئے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ نقص اس میں بھی پیدا ہو جائے۔ اور اُس سے بڑھ کر لوگ اس پر ہنسیں۔

سولھواں ادب

جب مجلس کی کاروائی شروع ہو جائے تو کِسی بڑے آدمی کے آجانے پر تعظیم کے لئے اُٹھنا بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اب میرِ مجلس کا حق ہے کہ وہ تعظیم کرے یا نہ کرے۔

سترھواں ادب

یہ ہے کہ مجالِس میں کوئی ایسی چیز کھا کر نہ جائے جس سے لوگوں کو تکلیف ہو۔ نہ ایسا لِباس پہن کر جائے جِس سے بدبُو آتی ہو۔ اور تعفّن کی وجہ سے لوگ کراہت کریں۔ اِس لئے مجلس میں نہا دھو کر جائے۔ اِسی طرح مجلس میں تھوکنا بھی ادب کے خلاف ہے۔

اٹھارھواں ادب

الْاِنْضِبَاطْ فِی الحرکات ۔یعنی مجلس میں بیٹھ کراپنی حرکتوں کوقابو میں رکھنا۔ اسی کانام خُشوع ہے۔

اُنّیسواں ادب

یہ ہے کہ جن سامانوں سے مجلس یا جلسہ قائم کیا گیا ہے۔ بعد اختتامِ جلسہ اُن کو وہاں پہنچادو جہاں سے لائے تھے۔ یا پہنچانے والوں کو مدد دو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جلسہ یا مجلس ختم ہونے کے بعد سارے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اور سامان پڑا رہ جاتا ہے۔ چند آدمی رہ جاتے ہیں جنہیں بعد میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ پس یہ بھی ایک اچھی بات ہے کہ سامان جہاں سے لایا گیا تھا جلسہ ختم ہونے کے بعد سارے مِل کر وہاں پہنچادیں۔

بِیسواں ادب

یہ ہے کہ مجلس میں کِسی کو اُٹھا کر خُود اُس کی جگہ نہ بیٹھے۔ اسی طرح جب کوئی شخص اُٹھ کر کِسی کام یا کِسی حاجت کو جائے تو اُس کی جگہ نہ بیٹھے۔

اِکّیسواں ادب

جب کِسی مجلس سے اُٹھے تو اسْتِغْفار کرے کیونکہ ممکن ہے کہ اُس نے کِسی کی غِیبت کی ہو۔ یا کوئی اور بُری بات مُنہ سے نکال دِی ہو جِس کا وبال اُس پر پڑے۔ اِس لئے اِسْتِغْفار ضرور کرے۔

(ریویو۔ جُون ۱۹۳۵ء صفحہ ۴۱ تا ۴۳)

مُشکل الفاظ کے معانی:۔

(۱) مَجْلِس ۔ بیٹھنے کی جگہ۔ جہاں لوگ جمع ہوں۔

(۲) آداب۔ادب کی جمع ہے۔اُٹھنے بیٹھنے،مِلنے جُلنے اور بات چِیت کرنے کا اچھا طریقہ۔

(۳) حاوی۔وہ چیز یا وہ بات جو بہت سی چیزوں اور بہت سی باتوں کو اپنے اندر لے لے۔

(۴) غِیبت ۔کِسی کے پیٹھ پیچھے اس کی بُرائی بیان کرنا۔ یہ بہت بُرا فعل ہے۔ ہماری شریعت نے اِس سے سخت منع کِیا ہے۔

(۵) مُرتکِب ۔کرنے والا۔

(٦) وقار۔ باعزّت طور پر کوئی کام کرنا۔

(۷) سکینَت ۔آرام اور اطمینان سے کام کرنا۔

(۸) کانا پَھُوسی ۔چُپکے چُپکے ایک دوسرے سے کچھ کہنا۔

(۹) خطِیب ۔خُطبہ دینے والا،تقریر کرنے والا۔

(۱۰) تعفّن ۔بدبُو۔

(۱۱) کراہت کرنا۔ناپسند کرنا۔

(۱۲) اِستِغْفار۔خدا تعالیٰ سے گُناہوں کی معافی مانگنا۔

سوالات:۔

(۱) آدابِ مجالس میں سے پانچ آداب ایسے بتاؤ جن کا تعلق دُوسروں کے ساتھ ہو؟

(۲) تقریر یا خُطبہ کے دَوران میں کِسی کو کِس طرح چُپ کراؤ گے؟

عِلم اور تعلّم کے آداب

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ. ہر ایک مسلمان مرد اور عورت پر عِلم کا طلب کرنا فرض ہے۔

(۱) عِلم سے بصیرت کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ جن سے انسان ....نیکی اور بدی حق اور باطِل کو اپنی اصلی صُورت میں دیکھ سکتا ہے۔ عِلم ایک نُور ہے۔ جس سے جہل کی تاریکیاں دُور ہو کر انسان کو حقیقی فضیلت حاصِل ہوتی ہے۔ وہ انسان کے لئے زینت ہے اور ایک ایسا سرمایہ ہے جس میں کبھی نقصان واقع ہونے کا احتمال تک نہیں۔ وہ ایک ایسا خزانہ ہے جس کو چور نہیں لے جا سکتے۔ اور جہاں تم جاؤ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اِس سے اِنسان کو اپنی زندگی کا اصلی لُطف حاصِل ہوتا ہے۔ اور تہذیب و تمدّن کی تمام تر خوبیاں اِسی عِلم کے آثار اور نتائج ہیں۔ وہ ایک ایسا جوہرِ بے بہا اور قابلِ قدر کمال ہے جس پر آدمی بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ وہ عقل کے لئے صَیقل ہے۔ اور ہر ایک ہُنر اِسی کی بدولت درجۂ کمال تک پہنچتا ہے۔ اہلِ عِلم اپنے زمانے میں چراغِ ہدایت ہوتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو اشیاء کی حقائقِ نفس الامریّہ کا صحیح ادراک کر سکتے ہیں۔ انہی کی برکت سے خیر و شر اور نفع و ضرر کی تمیز دُنیا میں قائم ہے۔ جاہل آدمی اگرچہ بظاہر زندہ ہے لیکن حقیقت میں مُردہ بلکہ اِس سے بھی بدتر ہے۔

(۲) اگر تم دیکھو کہ کوئی دُوسرا شخص تم سے عِلم میں فوقیّت رکھتا ہے تو یہ کوئی شرمندہ ہونے کی بات نہیں ہے۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ (اور ہر عِلم والے سے بڑھ کر عِلم

والا ہے) البتہ یہ بات ضرور شرم کا موجب ہے کہ کسی چیز کا عِلم تم کو حاصِل ہوسکتا ہے لیکن تمہاری غفلت اُس سے تم کو محروم کر دے۔

(۳) طالبِ علم کو چاہئیے کہ وہ اپنے دل میں مال و جاہ کی محبّت کو جگہ نہ دے۔ کوئی حقیقی صاحبِ عِلم زر پرست اور نمود پسند نہیں ہوسکتا۔ نخوت اور تکبّر عِلم کے شایانِ شان نہیں۔ بر خلاف اس کے عِلم انسان کو تواضع اور خوش اخلاقی سِکھا تا ہے۔

(۴) علوم و فنون کے حاصِل کرنے میں تدریج کا اصُول مدِّ نظر رکھنا چاہئے۔ ترتیبِ علوم کو ملحوظ رکھیں اور اہم کو غیر اہم پر تقدیم دیں۔ اِس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لیں کہ تحصیلِ عِلم کا اصلی مقصد یہ ہرگز نہیں کہ انسان وکیل یا ڈاکٹر یا انجینئر یا جج یا مجسٹریٹ بن جائے اور بس۔ بلکہ تحصیلِ علم کا مدّعا یہ ہے کہ وہ انسانی فرائض کا شناسا ہو اور ہر ایک چیز کی حقیقت کو پہچان لے۔ (جس سے نیکی بدی اور حق اور باطِل میں تمیز کر سکے) حصُولِ علم کو فخر اور مباہات کا ذریعہ نہ بنائے۔ کسی کے ساتھ حَسد نہ کرے۔ اور نہ ہی دُوسروں کو بنظرِ استحقار دیکھے۔ اِس کی بجائے تواضع کو اپنا شیوہ اور شفقت و ہمدردی کو اپنا شعار بنائے اور خلق اللہ کی خدمت اور اُن کو فائدہ پہنچانا اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

(۵) بعض لوگ کمالِ عِلمی سے خالی ہونے کے باوجود فضیلت اور تفوق کی ڈینگیں مارتے پھرتے ہیں۔ تم کو ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئیے۔ سچّے اہلِ عِلم کی مثال پُر از میوہ خوشہ کی ہے۔ جو ہمیشہ اپنا سر زمین کی طرف جھُکائے رکھتا ہے۔ اور اپنے میوہ سے اِنسان کے لئے لُطف اور لذّت کا باعث ہوتا ہے۔ بر خلاف اس کے جاہل مغرور کی مثال خالی از میوہ خوشہ ہے۔ جس کا سر آسمان کی طرف اُونچا رہتا ہے۔ لیکن سوائے اس کے کہ دیکھنے والوں کو دھوکے میں ڈالے اُس سے کسی کو فائدہ حاصِل ہونے کی اُمید نہیں۔ اگر وہ کسی مصرف کا

ہے تو یہی کہ اُس کو آگ میں جھونکا جائے۔سعدی علیہ الرحمۃ ٹھیک فرماتے ہیں ؎

تو اضع کند ہوشمندِ گزین

نہد شاخِ پُر میوہ سر بر زمین

(ترجمہ:۔عقلمند خاکساری اختیار کرتا ہے۔میوے سے لدی ہوئی شاخ زمین کی طرف جھُکتی ہے)

اُستاد کے آداب

اُقَدِّمُ اُسْتَاذِیْ عَلٰی نَفْسِ وَالِدِیْ
وَاِنْ نَالَنِیْ مِنْ وَّالِدِی الْفَضْلِ وَالشَّرَف
فَذَاکَ مُرَبِّی الرُّوْحِ وَالرُّوْحُ جَوْھَرٌ
وَھٰذَا مُرَبِّی الْجِسْمِ وَالْجِسْمُ کَالصَّدَف

ترجمہ: مَیں اُستاد کا درجہ خود اپنے والد سے مقدّم سمجھتا ہوں۔ اگر چہ مجھ کو اپنے والد سے ہی فضیلت اور شرافت نسبی حاصِل ہوئی ہے۔ کیونکہ میرے اُستاد نے میری رُوحانی تربیت فرمائی ہے۔ اور والد نے میرے جسم کی پرورش کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رُوح بمنزلۂ جوہر کے ہے اور بدن اس کا صدف ہے۔

(۱) اُستاد کا ادب اور احترام ہر وقت ملحوظ رکھو۔ اور باپ سے اس کا حق زیادہ سمجھو۔ کیونکہ باپ نے تمہارے جسم کی پرورش کی ہے۔ لیکن اُستاد نے تمہاری عقل اور رُوح کی تربیت فرمائی ہے۔

(۲) کسی بات میں اُستاد کی مخالفت نہ کرو۔ اور خصوصًا تعلیمی اُمور میں اُس کو اپنا کامل رہنُما سمجھو۔ تمہاری مثال ایک جاہل مریض کی ہے۔ جس کو ہر حالت میں حکیم اور ڈاکٹر کی ہدایت کی پیروی کرنا لازم ہے۔ اُس کو کوئی حق حاصِل نہیں کہ وہ ڈاکٹر کے تجویز کردہ نُسخہ پر نکتہ چینی کرے۔ اُستاد اور ڈاکٹر میں صرف یہ فرق ہے کہ مؤخّر الذّکر (جس کا ذکر بعد میں ہے) جسمانی امراض کا علاج کرتا ہے۔ اور اوّل الذّکر (جس کا ذکر پہلے ہے)

کا کام یہ ہے کہ وہ تمہاری رُوحانی بیماریوں (جہل اور اخلاقِ بد) کا علاج کرے۔

(۳) اپنے اُستاد سے ہمیشہ تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آؤ۔ اور اس کی خدمت کو اپنا فخر سمجھو۔ ایک حدیث کا مضمون ہے کہ ''خوشامد کرنا مومن کے اخلاق میں سے نہیں ہے۔ لیکن عِلم کے طلب میں خوشامد کرنا معیوب نہیں۔''

(۴) اُستاد کے سامنے نہایت ادب کے ساتھ بیٹھو۔ اُس کی تقریر کو انتہائی توجّہ کے ساتھ سُنو۔ اور اُس کے مفید نصائح پر ہمیشہ کاربند رہو۔

(۵) دَورانِ تعلیم میں جو بات سمجھ میں نہ آئے۔ اُس کی بابت ضرور سوال کرو۔ لیکن اُستاد کا ادب واحترام اور حُسنِ عبارت کو مدِّ نظر رکھو۔ فضول سوال کبھی نہ کِیا کرو۔ جو کُچھ پوچھو سوچ سمجھ کر معقولیّت کے ساتھ پوچھو۔ اگر تُم سے سوال کِیا جائے۔ تب بھی اِنہی اُمور کو ملحوظ رکھو۔ اور ''پہلے تو لو پھر بولو'' کے اُصول پر عمل کرو۔

(۶) مدرسہ کے باہر بھی اپنے اُستاد کے ادب اور احترام کو فراموش نہ کرو۔ اور راستے میں کہیں ملاقات ہو جائے تو ادب کے ساتھ سَلام کرو۔ اور اُس کی تعظیم و تکریم میں کوتاہی نہ کرو۔

(منقُول از جامع الآداب صفحہ ۲۶ تا ۳۰، ۳۴ تا ۳۷)

مشکل الفاظ کا حل:۔

(۱) **تَعَلُّم**۔ عِلم سِیکھنا۔ (۲) **بصیرت**۔ اندرونی روشنی۔ سمجھ۔

(۳) **تہذیب و تمدّن**۔ عُمدہ طریق سے رہنا سہنا۔ (۴) **آثار**۔ نشان۔

(۵) **صَیقل**۔ چمکدار۔ (۶) **حقائقِ نفس الامریہ**۔ چیزوں کی اصل حقیقت۔

(۷)اِدْراک۔معلوم کرلینا۔(۸) **تدریج**۔درجہ بدرجہ۔

(۹) **تقدیم**۔پہلے ہونا۔(۱۰) **تفوّق**۔بڑا بننا۔(۱۱) **صدف**۔سِیْپ۔

(۱۲) **مَعْیُوب**۔عَیب والا۔(۱۳) **عُلوِّ نسب**۔خاندانی طور پر بڑا ہونا۔

سوالات:۔

(۱)عِلم حاصل کرنے کے تین ضروری ادب بیان کرو۔

(۲) اُستاد کے بارے میں تمہیں کون سے ادب یاد ہیں جن پر تُم عمل کرتے ہو؟

(۳) سوال کرنے اور جواب دینے کا کیا طریق ہے؟
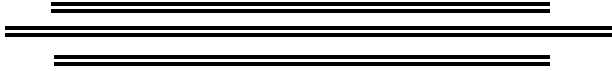
احمدی طالبِ علم اسلام اور احمدیّت کیلئے کیا کر سکتے ہیں

از حَضْرَتْ مُصْلِحْ مَوْعُوْد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

(۲۴؍جولائی ۱۹۴۱ء کو طلبائے بورڈنگ تحریکِ جدید کو حضورؓ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔)

''تم یہ مت خیال کرو کہ ہم طالبِ علم ہیں۔ہم کیا کر سکتے ہیں۔ دراصل یہی وہ زمانہ ہے جس میں کی ہوئی تیاری بعد کی زندگی میں مفید ثابت ہوتی ہے۔اور یہی وہ زندگی ہے جس میں آئیندہ کام کرنے کے لئے جوش اور ولولہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔تم میں چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی۔ وہ عُمر جو چھوٹوں کی ہے وہ بھی ہم پر گزری ہے اور وہ عُمر جو بڑوں کی ہے وہ بھی ہم پر گزری ہے۔ اِس عُمر میں اسلام کی خدمت کا ہم میں ایسا جوش پایا جاتا تھا کہ اُس وقت ہم بڑوں کی امداد کے محتاج نہ ہوتے تھے.........تمہیں یہ یقین رکھنا چاہئیے کہ بہت بڑے مقصد کے لئے تم پَیدا کئے گئے ہو۔ تمہارے اندر اسلام اور احمدیّت کو دُنیا میں پھیلانے کیلئے ایک آگ سی لگی ہونی چاہئیے ۔ یہ آگ ہر عُمر کے بچّہ کے دِل میں پیدا ہو سکتی ہے اور اس سے بڑے کام کرا سکتی ہے۔ کیونکہ جب یہ آگ پیدا ہو جائے تو کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پس اسلام اور احمدیت کی محبّت اپنے دِلوں میں پیدا کرو اور اسلام دُنیا میں غالب کرنے کے مقصد کو اپنے سامنے رکھّا کرو۔''

(الفضل مورخہ ۲۶؍جولائی ۱۹۴۱ء)